

ÖUP—43—30-1-71—5,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 19,505.4 Accession No. U 1066

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

یارِ بزلِ جانِ آگاہم ۛ آؤ شبِ فکرِ یہِ گاہم ۛ
 درِ راہِ خودِ اقلِ زِ خودِ مِ بخودِ کن ۛ انگاہِ زِ بخودِ بہِ خودِ راہم ۛ

جامی ۛ

جامِ طہور

رباعیات و قطعات کا مجموعہ

از
 خواجہ عبد السمیع پال اثر صہبائی ایم اے۔ ایل ایل بی۔

ناشران

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

P. G.

CHECKED 1938

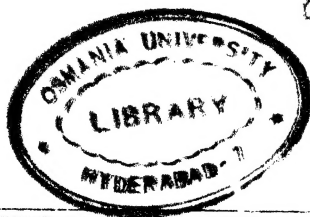
A 14 J

انتساب

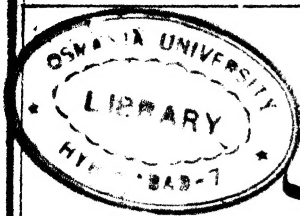
P. G.

میں اس جام کو اُن زندہ جاوید انسانوں کے
نام پر نوش کرتا ہوں جن کی زندگیاں حق جوئی،
حق گوئی اور حق پرستی میں صرف ہوئیں۔ ۶
مردے گردی، چوگردے گردی!

صہبائی



Checked 1978



اشارات

کسی تخلیقی کام کے ارتقائی مدارج کا مطالعہ اس کے معانی و مطالب کے سمجھنے میں بہت حد تک معاون ہوتا ہے۔ اس خیال کے پیش نظر مجھے ان اوراق میں "جام" طور کے محرکات اور اپنے ذہنی اور روحانی انقلابات کا مختصر سا تذکرہ کرنا ہے۔

میں ابھی دس برس کا تھا کہ مجھے تافیہ پیمائی کا شوق پیدا ہوا۔ بارہ تیرہ برس کی عمر تک میری شاعری کی حیثیت صرف تک بندی تک محدود تھی، چودہ برس کی عمر میں شاعری کی الہامی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ انہیں ایام میں مجھے غالب اور اقبال کے کلام سے لگاؤ پیدا ہوا۔ جو آج تک برابر برتی کرتا رہا ہے۔ انیس برس کی عمر تک غزل اور نظم کی مشق جاری رہی۔ رباعی گوئی کا آغاز بیس برس کی عمر میں ہوا۔ اور اس کا محرک حضرت خیام کی رباعیات کا مطالعہ تھا۔ خیام کی رباعیات کا مطالعہ میری رباعیات پر خصوصاً اور میری شاعری پر عموماً بہت حد تک اثر انداز ہوا۔ انگریزی ادبیات اور مغربی فلسفہ کا مطالعہ میرے بہت سے تصورات میں انقلاب پیدا کر چکا تھا۔ مذہب، خدا، خیر و شر اور دیگر اسی قسم کے مسائل کے متعلق میرے خیالات میں بہت تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ یعنی وہ مذہبی تصورات جو مجھے وراثت میں ملے تھے بالکل برباد ہو چکے تھے۔ پھر آغاز شباب تھا۔ مادی غرضیوں میں عجیب و غریب سحر محسوس ہوتا تھا، دنیا رنگ و بو کا ایک پیکر تھی تمام گرد و پیش حسن و جمال کی موجوں میں ہلکے سے لے رہا تھا۔ روح ایک گہری نیند سو رہی تھی۔ ایسے میں خیام کا فلسفہ حیات جلتی آگ برتنیل کا کام کر رہا تھا۔ خیام

ایک بالغ نظر حکیم اور قادر الکلام شاعر ہے۔ اس لئے اس کا ہر مدلل جو فلسفیانہ
نکتہ سنجی اور شاعرانہ جوش و لطافت سے بھر پور ہے دل اور باغ دونوں
کے لئے بے پناہ ہے۔ دنیا کی بے ثباتی، انقلاب پیہم مستقبل کا گھٹا
ٹوپ اندھیرا، تقدیر اور خدا کی پُر اسرار کار فرمائیاں خیام کو اس نتیجہ پر
پہنچاتی ہیں :-

ساقی بہ بہشت این ہمہ مشتاقی چیست !
جنت مے و ساقی بود و باقی چیست !
ایں جاست مے و ساقی و آنجاست مہیں
پس در دو جہاں بہ از مے و ساقی چیست !

گوئند بہشت و حوض و کوثر باشد
و آنجائے ناب و شہد و شکہ باشد
پُر کن قدرِ باد و بر دستم نہ
نقدے زہن را سیہ نموشتر باشد

خیام کے استدلال کی بنیادیں درست ہیں لیکن اس کے نتیجہ سے
ہمیں اتفاق نہیں صحیح ہے کہ انقلابات و حوادثِ عالم کی یورش نہایت
ہی شفا ہے۔ انسان کی بے چارگی انتہائی طور پر درد انگیز ہے، عدم وجود کے
مسائل شکوک و شبہات کی تاریکیوں میں سنور ہیں، انسانی زندگی عارضی ہے اور
اٹل لیکن ان تمام حقائق کے باوجود ہمارے جسمانی، ذہنی اور روحانی آلام کا علاج
تعلیش کی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا علاج ترکیبِ نفس ہے جس کو قرآنی اصطلاح
میں ”ذکرِ الہی“ کہا گیا ہے

آدبِ کُر اللہ تَطَبُّتُ الْقُلُوبِ !

عیش و عشرت زندگی کے آلام کا مداوا نہیں بلکہ یہ اقدام خودکشی ہے جو تمام یا بنیان مذاہب اور دایانِ عالم کی نگاہ میں قطعی طور پر مذموم ہے۔

خیام کی مسرت مادی مسرت ہے، اس کی شراب وہی انگوری شراب ہے جو میخانوں میں فروخت ہوتی ہے۔ اس کا ساقی وہی حسین و جمیل اور نازک اندام انسان ہے (خدا معلوم مرد یا عورت) جو میخانوں میں اربابِ ہوس کے لئے عنوہ فروشی کرتا ہے۔ اس کی مسرتیں مادی ہیں اور اسی لئے آلودہ۔ خیام کی شاعری کے مطالعہ سے روح کی ملکوتی قوتیں بیدار نہیں ہوتیں بلکہ ان کی نیند اور بھی گہری ہوتی جاتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار نہایت بے باکی اور جرأت کے ساتھ کیا ہے۔ حقائقِ عالم پر نہایت بصیرت افروز تنقید ہے مگر و فریب اور ریاکاری کا پردہ نہایت بے دردی سے چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی شاعری میں عبرت و موظلت کے دفتر نہاں ہیں لیکن افسوس کہ وہ ان بلند مقامات تک نہ پہنچ سکا جہاں شاعر اور پیغمبر ہم رنگ نظر آتے ہیں، زندگی کے آلام و مصائب، تقدیر کی ستم ظریفیاں اور حیاتِ انسانی کی بے ثباتی اس کے خاص مضامین ہیں۔ لیکن ان تمام مشکلات کا حل اس کو صرف "خام و مینا" میں نظر آیا "ساقی حورِ سرشت" اور "صنم لائے رخ" کو ہی اس نے اپنا مشکل کشا قرار دیا۔ خیام کا مقام ایک حق گو یا مضمحل و بھٹ رند کا مقام ہے اور اس مکمل و سالوس کی دنیا میں یہ بھی کچھ کم مقام نہیں، غرض خیام کے فلسفہ حیات نے آغازِ شباب کے طوفانی جذبات کو اور بھی طوفانی بنا دیا جس کی رو میں گناہ و ثواب کا امتیاز ایک تنکے کی طرح بے گیا اس دور کا رنگ و بیل کے اقتباسات سے ظاہر ہے۔

حور ان بہشت کی تمت بے سود ہنگام شباب زہد و تقویٰ بے سود
لبریز شاد ہے محبتان بہار یادِ غم و دوش و فکرت بے سود

ہائے کیا شے ہے بادۂ گل ریزہ! روحِ سست چشمِ بینا تیز!
مے ہر اک درو کی دوا ہے آثر غم رُبا، جاں فزا، لاشط انگیز!

سہے زیر نقابِ شادمانی آئی کس رنگ میں مرگِ ناگمانی آئی
تاریکی و نور میں نہ کچھ فرق ہا آندھی کی طرح آثر جوانی آئی

تاریکی اندوہ ہے باقی ساقی! ہاں بادہ دلفروز ساقی ساقی!
یہ رنگ یہ محفلیں رہیں یا نہ رہیں ہے عہدِ شباب اتفاقی ساقی!

غرقابِ سکوت ہوں کہ تقریر کروں ممکن نہیں ستابیِ تقدیر کروں
تدبیر بھی کرنے پہ ہوں مجبور آثر تقدیر میں لکھا ہے تدبیر کروں

کیا رنگ بہار تیری تدبیر ہے کیا بادِ سموم تیری تقصیر ہے!
اندیشہ انجام میں کیوں گھلتا ہے؟ تقدیر سے ہے تمام تقدیر سے ہوا!
انہیں ایام میں مجھے انگریزی ادیب آسکر وائلڈ کی چند تصانیف کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اس کے اثرات بھی خیامی اثرات سے بہت ملتے جلتے تھے۔
یہ رنگ میری شاعری پر ایک مدت طاری رہا۔ چنانچہ جب ۱۹۲۵ء کے آغاز میں میری رباعیات کا مجموعہ جامِ صہبائی کے نام سے شائع ہوا تو اس کا معنوی انتساب حکیم

موصوف کے نام ایک مختصر اور عقیدت مندانہ نظم کے ذریعہ کیا گیا تھا۔
 جام صہبائی کی اشاعت پر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے
 میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی تمام توجہ رباعی کی طرف
 مبذول کر دوں۔ مولانا ممدوح کے اس مختصراً مشورہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں رباعیات
 غزل اور نظم کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں لکھی گئیں۔

اس کے بعد مجھے مغربی فلسفہ کا زیادہ عمیق مطالعہ کرتے کا موقعہ حاصل ہوا۔
 اب مغربی فلسفہ کے ساتھ ساتھ ہندوستانی فلسفہ کا مطالعہ بھی جاری تھا۔ مغربی
 حکما میں سے برگسان اور ہندوستانی حکما میں سے ہما تاکوتم بُرہد اور شنکر اچاریہ
 کے خیالات نے مجھے بالکل مسحور کر دیا اور حق یہ ہے کہ مجھے اپنا فلسفہ حیات
 مرتب کرنے میں ہندوستانی فلسفہ سے بہت زیادہ مدد ملی۔ شاعری کے بلند ترین
 مقامات کا احساس بھی مجھے ہندوستانی فلسفہ کے ذریعے ہوا۔ انسانی فطرت کے
 اسرار اور کمالات مجھ پر روشن ہو گئے اور مجھے اپنا نصب العین خود دریابی اور ضبط
 نفس میں واضح طور پر نظر آنے لگا۔ مادی خوشیوں کا طلسم بہت حد تک ٹوٹ گیا
 اور میری روح اپنے گہرے خواب سے بیدار ہو کر نگہائیاں لینے لگی۔ اس دور کا رنگ
 ذیل کی رباعیات سے ظاہر ہو گا۔

نیرنگ طلسم زندگی کو پاپا یا آلودہ عنبر ہر اک خوشی کو پاپا یا
 تسکین ہے اگر تو ذکرِ نیر وال میں اثر سرچشمہ بے خودی اسی کو پاپا یا

لے غرقِ گناہ اسے پشیمانِ حیات! ہے یاس سے چاک چاک دامنِ حیات!
 جو کھول کے بختِ بد پہ روئے ایلو! ہے گر یہ عصیت میں سمانِ حیات!

اے کاش فروغ نور ہو جائے دل - تار یکے برقی طو - ہو جائے دل!
یا حسن ازل کا آئینہ ہو جائے! یا ٹوٹ سکے چور چور ہو جائے دل!

منازل سے شانِ ارجمندی میری ہے روکشِ عرش سر بلندی میری
سجدہ بھی کیا تو تیرے درپیر یا رب! نازاں ہے بہت نیا زمندی میری

اے کاش ہر ایک آنکھ بننا ہو جائے! ہر سینہ فروغ برقی سینا ہو جائے!
لذت کشِ جامِ عشق ہو جائے دل بیگانہ ذوقِ جامِ مہینا ہو جائے!

اگست ۱۹۲۷ء میں میری شادی ہوئی۔ اس واقعہ سے میرے فلسفیانہ نظریات میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی۔ البتہ شاعری میں زنجینی آہستگی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہو گئی۔ انسانی محبت کے پاکیزہ ترین جذبات سے روشناس ہو گیا۔ اس دور کی یادگار میری وہ جذباتی شاعری ہے جس میں مناظرِ فطرت کے معصوم جلوے جھلک رہے ہیں اور محبتِ عالمِ بنفودی میں سانس لے رہی ہے۔ اگرچہ اس آفتہ کا آغاز اتنا انقلاب انگیز نہ تھا لیکن اس کا انجام میری زندگی اور میری شاعری کا اہم ترین سانحہ بن گیا۔ "راحت" مرحومہ کی موت نے میری زندگی اور میری شاعری کا ایک نیا ورق اُٹا اگر میری شاعری کے دو مختلف دور قائم کئے جائیں تو "راحت" کی موت ان کی حدِ فاصل ہوگی۔ مرحومہ کی موت سے دنیا کی بے ثباتی ہمیشہ کیلئے دل پر ثبت ہو گئی۔ قلب و جگر پاش پاش اور دماغی قوت سے محفل ہو گئے میرے سینے۔ کسے زخموں کا خون آنکھوں سے جاری ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ اس کو موت کی تار یکہ دنیا سے کھینچ کر دوبارہ زندہ کر دوں۔ آہ! اس کے جسم کو زندہ کرنا میرے بس

کی بات نہ تھی اس لئے میں نے اس کی یاد کو اپنے دوا انگیز نغموں میں محفوظ کر لیا۔ ان ایام میں میرے غمور کے کلام کا اکثر مطالعہ رہتا تھا۔ چنانچہ راحت کدہ میں میرے اثرات نمایاں ہیں۔ راحت کی وفات کی تاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۷ء ہے۔

امتداد زمانہ کے ساتھ جب رنج و غم کی شدت کچھ کم ہوئی تو عقل اور دماغ نے ہوش سنبھالا۔ یہی وہ دور ہے جس میں میں نے موت و حیات، فناء و بقا اور عدم و وجود کے مسائل پر فلسفیانہ انداز میں غور کیا۔ اگرچہ اب بھی راحت کی موت میرے تمام تجلیات و جذبات کی محرک تھی۔ لیکن موضوع نے کائناتی وسعت اختیار کر لی۔ اب صفحہ قرطاس پر میرے قلب و جگر کے زخموں کا خون نہ تھا بلکہ موت و حیات کی حقیقت کا عین مطالعہ تھا۔ انقلابات و حوادثِ عالم پر ایک منظر نگاہ تھی عقل اور جذبات آپس میں ہم آغوش تھے۔ اب میرے اپنے مصائب کا تذکرہ نہ تھا بلکہ عام انسان کی مجبوری اور بے چارگی کی المناک داستان تھی۔ "راحت کی موت کا ذکر نہ تھا بلکہ اس موت کا ذکر تھا جو ازل سے ایک دبیز، سیاہ اور خوفناک پردے کی طرح آویزاں ہے جس کا خوف ابتداء سے آفرینش سے انسان کے دل کو لرزاتا ہے جس کے اسرار آج تک سرسبزستہ ہیں جس نے لائقِ راد انسانوں کے قلب و جگر کو اپنے بے رحم تیروں سے چھید ڈالا جس کی بے محابا یورشوں سے اولادِ آدم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے کتنے ہی سمندر بہ نکلے۔ اس دور کی شاعری میں ایک خوف آمیز تنہی ایک یاس انگیز پریشانی اور ایک دردناک نالہ ہے۔ رازِ عدم و وجود پایا نہ گیا یہ پردہ مرگ و زلیست اٹھایا نہ گیا انکار بھی ہو سکا نہ مجھ سے مہدم ایماں بھی مگہ خدا پہ لایا نہ گیا

اس خواب پر آشوب کی تعبیر نہ پوچھ اک حرف غلط ہے اس کی تفسیر نہ پوچھ

افسانہ منصور تجھے یاد نہیں! اسرارِ خدا و روح و تقدیر نہ پوچھ

دل خون ہوا ہے رنج ستے ستے آنسو دریا ہوئے ہیں بہتے بہتے
تاریکی شب یو نہی رہے گی ہمد سو جائیں گے ہم فناء کہتے کہتے

گل چوم کے واہ واہ کی ہے میں نے کانٹا چھینے پر آہ کی ہے میں نے
رویائیں جنس جنس کے اور ہنسار و روکر یوں ختم شبِ سیاہ کی ہے میں نے

اک بحرِ پر آشوب ساحل کے بغیر دیوانہ مضطرب سلاسل کے بغیر
کیا کہئے یہ کائنات کیا ہے ایشاند اک قافلہ برقِ رُوبے منزل کے بغیر
اس عالمگیر فنا پر غور کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ آخر "بقا" کس چیز کو ہے!

ہر ایک شے کی ایک میناد ہے اور اس کے بعد فنا کی تاریکی - انسانی تاریخ میں کیسے
کیسے اباب کمال پیدا ہوئے - کیسے کیسے جن و جمال کے روح افروز مظاہرین تاریک
دنیا کو روشن کرتے رہے - کیسے کیسے عقل و دانش کے پیکر معرض وجود میں آئے
کیسے کیسے شہنشاہانِ جبروت سکونت اس خاک سے سر بلند ہوئے اور پھر کیسے کیسے حق
پرست اولیا اور انبیاء نے اس کڑے زمرہ کو اپنی مسیحی نفسی سے گمراہ کیا - لیکن ہر ایک
اپنے اپنے مقرر وقت پر موت کے تاریک پردے کو چھوٹا ہوا عدم کی سرحدوں
میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہ آ سکا ان کے اجسامِ ذروں میں تبدیل ہو گئے ایسے
ذروں میں جن کی پہچان اب انسانی نگاہ کے لئے ناممکن ہے - لیکن اربابِ حق و
صدافت کی یاد آج تک زندہ ہے - کروڑوں انسان آج بھی ان کے ذکر پر جذبہ
احترام سے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں - کروڑوں فرزندانِ آدم آج بھی ان کی

عزت و حرمت پر اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے طیار ہیں، وہ زندہ ہیں اور زندہ جاوید ہیں "وقت" کے سمندر کی موجیں سیلابِ فنا بن کر عجیب محشر برپا کر رہی ہیں ان کے نامِ فولاد سے زیادہ مضبوط چٹان کی طرح قائم و دائم ہیں فطرت نے اُن کے نام اس سلم سے لکھے جس سے لوح محفوظ کے نقوش تیار ہوتے ہیں۔ اور روشنائی نے لئے اُس کے ایک ایک ستارے سے اس کی روشن ترین شاعریں حاصل کیں، سورج سے زندگی بخش حرارت کا جو ہرے لیا، چاند سے اُس کی رنگین ترین کرنیں بہم پہنچائیں، گوہر سے چمک اور بہار کی صبح سے اس کا سارا تبسم چھین لیا وہ زندہ ہیں اور اُن کی غیر فانی روحیں موت کی ناکامی پر متبسم ہیں۔

میں نے سوچا کہ ان غیر فانی انمول کا کیا ماہ الامتیاز تھا جس کی توسل انہوں نے "فنا" کو سرنگوں کر دیا معلوم ہوا کہ ان مبارک ہستیوں نے اپنی زندگی ل حق جوئی حق گوئی اور حق پرستی میں صرف کر دی تھیں۔ ان کے خاکی یکدہوں میں محبت کے لازوال آفتاب چمک رہے تھے۔ ان کی رگوں میں ابدی زندگی کا خون موجزن تھا۔ وہ نیکی کے نور میں ملبوس تھے جس حق اور نیکی ازلی اور ابدی ہیں۔ فنا کے جھونکے ان قندیلوں کو بھانے کے لئے ابد تک ترستے رہیں گے۔

انہیں ایام میں مجھے ہما تا گا ندھی کی آپ بیتی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کونٹ ٹالسٹائی کے سوانح حیات بھی نظر سے گزرے۔ مجھے اس امر کا نہایت مسرت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ان دونوں کتابوں اور شخصیتوں کا میرے افکار و کردار پر نہایت صالح اثر پڑا۔ اس دور کا رنگ یہ تھا۔

ہنگامہ روح و جاں ہے حق کی مستی سیلِ بیم بے کراں ہے حق کی مستی
گو تلخ ترین ہے حق کی مے لے ہمدم! خوش باش کہ جاوواں ہے حق کی مستی

حق استنادِ حق آگاہِ حق پرست ہوں
کہ ایک میکیشِ مخمخانہ الت ہوں میں
وہ رند ہوں کہ رہا بے نیاز بادہ و جام
نثار جس پہ ہوں سو میکدے دمست میں

ہر شے ہے فنا پذیر جز جدوہ حق
ہر نفس سے شورِ خامِ خبرِ لغمہ حق
ہر کیف و سرور کا ہے انجام سما
بے رنج و غم سما رہے بادہ حق

لب پر ترے نعرہ صدائے حق ہو
ہر قول و عمل ترا برائے حق ہو
باطل ہے یہ مبت خانہ اسبابِ مجاز
اے دوست تو بندہ خدا ہے حق ہو

ساتھی جھوٹے ہیں سب کے سب حق کے
ہوتا ہے کسی کا کوئی کب حق کے سوا
اے دوست نہ چھوڑنا کبھی دامنِ حق!
ہر چیز ہے بے ثبات جب حق کے سوا
میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ اقبال کے کلام کے ساتھ مجھے کچھ
ہی لگاؤ رہا ہے۔ متذکرہ بالا محرکات کے ساتھ ساتھ اقبال کا اثر بھی جاری تھا۔
لیکن اس کے اثرات میری شاعری میں اتنے نمایاں نہ تھے۔ اب پھر میں نے
اس کی ایک ایک کتاب کو حرف بحرف پڑھنا شروع کیا اور اس کی نظم کی کتابوں
کے علاوہ اس کے چھ انگلیزی لیکچروں کا بھی عشقِ مطالعہ کیا اب جبکہ مغربی فلسفہ
بھی میرے پیش نظر تھا۔ اقبال کا فلسفہ حیات سمجھنے میں مجھے زیادہ آسانی
ہو گئی۔ برگسان کے مطالعہ سے اقبال کے نظریاتِ شاعری زیادہ روشن ہوتے
تھے۔ اور اقبال کے مطالعہ سے برگسان کا فلسفہ زیادہ واضح ہوتا تھا۔ اس میں
کچھ شک نہیں کہ اقبال کی شاعری مشرقی حکما اور شعرا سے بھی متاثر ہوئی ہے
لیکن اقبال نے اپنا فلسفہ حیات مرتب کرنے میں برگسان اور نیٹشے کے بہت

سے اثرات قبول کئے ہیں۔

اقبال کے فاکس پیکر کے اندر جذبات کا ایک بحر ذخار موجزن ہے۔ اس کے فلک پیمائیں کی مکند کائنات کے گوشے گوشے پر پھیلی ہوئی ہے۔ زندگی کے اسرار اس کی چشم بصیرت پر روشن ہیں اس کی شاعری آفتاب بہار کی طرح چشمہ حیات ہے۔ وہ ہمارے انتہائی شریفانہ جذبات کو بیدار کرتا ہے۔ ہماری رُوحوں کے لئے حیات ابدی کا ایک پیغام ہے۔ وہ درماندہ اور افسردہ دلوں میں برق عمل دوڑا دوڑا کر ان کو کشاکش زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔ وہ افراد کو ان کی اوبسہ یا غفلت سے آگاہ کرتا ہے اور اقوام کو آزادی کی حرارت سے گرماتا ہے۔ اقبال کی شاعری نرم گاہ ہستی میں ایک نعرہ مردانہ ہے۔ اس کے سینے میں خالد اور طارق کی روحیں بے چین ہیں۔ اس کا طبع نظر شوکتِ سنجراور نغزِ بانیِ ربطانی ہے۔ وہ حکومتِ الہی کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ حکومتِ جہاں حق و صداقت کا بول بالا ہو، جہاں مزدوکی گردنِ سرمایہ دار کے آہنی پنجہ سے آزاد ہو۔ جہاں افراد اپنی اپنی روحانی نشوونما میں آزادی کے ساتھ مصروف ہوں اور جہاں دنیا مجموعی طور پر اپنی ملکویتی قوتوں کے بروئے کار لانے میں سرگرم ہو۔

اقبال کی شاعری کے کئی پہلو ہیں جن میں سے دو نہایت واضح اور جامع ہیں۔ اس کی شاعری کے ایک پہلو میں حیاتِ اجتماعی کا فلسفہ ہے یہ اسلام کے عروج و زوال کی ایک نوچکاں داستان ہے۔ لیکن اس کی شاعری کا یہ حصہ ان عالمگیر حقائق و معارف کا حامل ہے جن میں ہمیں قوموں کے عروج و زوال کے حقیقی اسباب نظر آتے ہیں۔ فلسفہِ اقوام کو واضح کرنے کے لئے اقبال نے اس قوم کو مثال کے طور پر لیا ہے جس کا وہ خود بھی ایک فرد ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال کا یہ انتخاب نہایت ہی مناسب اور صحیح ہے۔ اقبال کی یہ شاعری جس

درد و خلوص، سوز و گداز اور جوش و خروش سے معمور ہے وہ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ اپنی ہی قوم کی تاریخ کو اپنی شاعری کا موضوع قرار دے۔ اس لئے اگرچہ اس کی یہ شاعری صرف اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف ہے تاہم اس لحاظ سے کائناتی اور عالمگیر ہے کہ ہر ملک و قوم اور ہر زمانہ کے ارباب بصیرت کے لئے اس میں عبرت و موغظت کے دفتر پنہاں ہیں۔

اقبال کی شاعری کا دوسرا پہلو انفرادی اور کائناتی حیات ہے۔ اس کا موضوع صرف حیات انسانی ہی نہیں بلکہ وہ زندگی ہے جو کائنات کے پیکر کے اند ایک بے قرار موج کی طرح تڑپ رہی ہے۔ یہ دونوں موضوع ازلی اور ابدی ہیں اور حق یہ ہے کہ اقبال نے اس رنگ میں اپنے شاعرانہ کمالات بہت زیادہ خوبی کے ساتھ دکھائے ہیں۔ خود دریابی، لذت پرکاری، انسانی الوہیت، حیات جاوید، معرکہ حق و باطل، فلسفہ خیر و شر، جبر و قدر، مرد حق اور حکومت الہی کے مضامین کا نہایت پر زور موثر، عمیق اور بصیرت افروز بیان ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نئے نہیں۔ لیکن ازلی اور ابدی چیزوں کو نیا یا پُرانا کہنا ہی محفل ہے۔ یہ مضامین وقت اور مقام کی قید سے بالا ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر ملک میں ارباب فکر کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور رہیں گے۔ اقبال کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اس نے ان تمام مسائل کو انتہائی دلکش اور موثر انداز سے پیش کیا ہے۔

اقبال کی شاعری کے دوسرے پہلو کے اثرات میری شاعری میں بہت نمایاں ہیں۔ اگرچہ میرے ان تصورات کے اور بھی ماخذ ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان تصورات و تاثرات کا مرکزی ماخذ اقبال ہی ہے۔ ذیل کی رباعیات میں اقبال کے اثرات ظاہر ہیں۔

اے حاصل دہرا تجھ کو حاصل کی تلاش
اے بربط ساحل! تجھے ساحل کی تلاش
تو خضر بھی منزل بھی رہ منزل بھی
رہبر کی تلاش کرنے منزل کی تلاش

جب ہمت اہل دل سنبھل جاتی ہے
تقدیر سے تدبیر کی چل جاتی ہے
گر صدقِ طلب ہو اور شمشیرِ عمل
تقدیر بھی اے دوست بدل جاتی ہے

مردانِ خود آشنا ہیں ممتاز و بلند
پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کند
ظاہر میں ہیں مشتِ خاک باطن میں ہیں نور
ذروں میں تجلیوں کے خورشید ہیں بند

کچھ حق سے جدا نہیں ہیں مردانِ خدا
مجبورِ فنا نہیں ہیں مردانِ خدا
لاریب خدا کے دست و بازو ہیں ہی
ہر چند خدا نہیں ہیں مردانِ خدا

منا ہے یہ درد آشنا بن کر
ابلیس لعین کا اثر کیا کیجے!
غنائے حیات کی دوا بن کر
آتا ہے یہی کبھی خدا بن کر

ہے خونِ جگر سے لالہ رو جلوہٴ عشق
عصیاں سے بہت بلند نیکی ہے مگر
ہے وار و رسن بدوش ہنگامہٴ عشق
نیکی سے بہت بلند ہے رتبہٴ عشق

سرایہٴ فتخارِ آدم ہے یہی
ہے تیرے مقد میں غمِ عشق اگر
جبریل یہی ہے اس غمِ عظم ہے یہی
خوش باش! کہ حاصلِ دو عالم ہے یہی

مونے دے دل و جگر کا خوں مونے دے
افلک کی یورشیں فسوں مونے دے
گلتا ہے جو سر نہرا لوگٹ جائے اثر
پر حق کا علم نہ سرنگوں مونے دے

ہم حق کے لئے ہیں خوں بہانے دے
ہم اپنے ہی خوں میں ہیں نہانے دے
ہم موت و حیات سے ہیں بالا اس دے
ہم پرچم حق کے ہیں اٹھانے دے

ہے پیکر نور ابن آدم اب بھی ہے بزمِ جاں میں سب سے عظم اب بھی
کو نین ہوں اب بھی اس کے قدموں میں
غالباً ۱۹۱۵ء کی بہار کی ایک شام تھی کہ سیر کے وقت ایک دوست
کے پاس گیتا بنگلی کا اردو ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے قبل میں ٹیگور
کے نام سے آشنا نہ تھا۔ کتاب کے آغاز میں ٹیگور کی ایک تصویر تھی جس نے
مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ تصویر عین غور و فکر، والہانہ عبودیت، اور لطیف لغت
شوق و محبت کا مرقع تھی۔ ٹیگور کی شاعری کو اگر خطوط و رنگ کے ذریعے بیان کرنا
چاہیں تو اس تصویر سے زیادہ موثر اور مبین مرقع طیار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد
میں نے ٹیگور کی بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اور گیتا بنگلی اور "باغبان" سے
تو مجھے بے حد شغف رہا۔ ان دونوں کتابوں کو مختلف اوقات میں کم و بیش
پانچ چھ مرتبہ پڑھا ہوگا اور ہر بار ان کے مطالعہ سے لذت اندوز ہوتا رہا۔

ٹیگور مسائل کا تجزیہ نہیں کرتا۔ خدا اور انسان کے تعلقات پر فلسفیانہ
نظریے پیش نہیں کرتا۔ خیر و شر اور جبر و قدر کی گتھیوں کو سلھانے کی کوشش
نہیں کرتا۔ بلکہ وہ فطرت کے حسین اور معصوم جلوں کی آغوش میں بیٹھ کر شوق
و محبت کے روح افزا نغمے چھیڑتا ہے اور امن و راحت اور حسن و عشق کی ایک

دنیا آباد کرتا ہے۔ اس کی دنیا صبح کے لطیف تبسم پھولوں کی مدھن
 نگہت، باد نسیم کے رقص مسرت، آفتابوں اور جوباروں کے وجد انگیز
 ترنم، شفق کی نظرافروز رنگینی اور رات کے پرکیف سکوت سے مرکبے موسیقی
 لطافت اور پاکیزگی شاعری کے جوہر ہیں۔ اس کے کلام میں عالمگیر محبت
 عالم وجد میں رقص کر رہی ہے، روح اس کی لطیف موسیقی کے جھولوں میں
 جھولتی ہے۔

ٹیگور کی یہ جملہ خصوصیتیں میری شاعری پر بہت حد تک اثر انداز ہوئی
 مناظر فطرت سے لذت اندوزی، عالمگیر محبت کا جذبہ، ذوق وجد و مستی اور الہی
 شوق و عبودیت کے مضامین میں اس کے اثرات جھلک رہے ہیں:-

ہنگامہ فصل گل ہے ہنگامہ رنگ ہے بر لب رنگ کے رواں نغمہ رنگ
 یہ خانہ رنگ سے گلستان جہاں گل ساغر رنگ ہے صبا بادہ رنگ

فطرت کا رباب ہو گیا ہے خاموش نغموں سے مگر ابھی فضا ہے مدھنوش
 الہام کی کیفیت ہے طاری دل پر خاموشی شام ہے کہ پیغام سروش

جب آئینہ دل کا رو برو ہوتا ہے جلوہ تیرا ہی ہو بہو ہوتا ہے
 یوں غرق مے جمال ہو جاتا ہوں میں ہوتا کہاں ہوں، تو ہی تو ہوتا ہے

یاد رہے! مجھے ریشک طور کر دے کر دے! بیسے میں فرخ نور بھر دے ابھرتے!
 ہوجاؤں میں سجدہ گاہِ بزم امکاں سجدے کو مجھے تو اپنا دے اور دے!

اک بحر سرور و نور ہے بادِ عشق بیگانہ دو جہاں ہے دلدادِ عشق
ہر چند ہے دو جہاں سے خوشتر لیکن دشوار ترین ہے اے اترِ جادہِ عشق

وہ ہے ہو کہ دردِ عشق افزوں ہو جائے! وہ نعمتِ شوق ہو کہ دلِ نعل ہو جائے!
ہے نیرہ و تار میری ہستی اے دوست! نیرے رُخِ آتشیں سے گلگدل ہو جائے!

اک سستی و بیخودی ہے اک کیف و سرور اک جلوہٴ نعمتِ زبا ہے اک لغزِ نور
کس عالمِ بے مثال میں ہوں یا رب! ہستی سے بھی ہوں پہلے قدم بھی ہوں

ہے صبحِ ازل کی گلفشانی تجھ سے! ہے شامِ ابد کی نغمہ خوانی تجھ سے!
تیرا ہی ازل ہے اور تیرا ہی ابد ہے بحرِ وجود کی روانی تجھ سے!

اے دوست میں جب بھی ہوش میں آتا ہوں آغوشِ تری سے دور ہو جاتا ہوں -
اُس کیف و سرور پر پہل سو ہوش نثار جس کیف و سرور میں تجھے پانا ہوں
گزشتہ ادراک میں صرف چند مرکزی محرکات کا تذکرہ کیا گیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتا بول اور شخصیتوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں اور شخصیتیں
بھی میری زندگی اور شاعری پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل نہ ضروری
ہے اور نہ اس کے لئے یہاں گنجائش ہے۔ بہر کیف اس مختصر تذکرہ سے
اتنا یقیناً واضح ہو گیا ہو گا کہ میری شاعری کی ابتدا حقیقت کے رنگ میں ڈوبی
ہوئی تھی، بعد میں راحت کی موتِ گماندہی اور ٹال ٹلانے کے مطالعہ اور اقبال اور
بیگم کے زیر اثر میری شاعری نے ایک نئی کروٹ لی۔ میری رائے میں شاعری

کا مقصد نزکیہ نفس ہے۔ بلند ترین شاعری وہ شاعری ہے جو ہماری ملکوتی قوتوں کو بیدار کرتی ہے اور ہمیں الٰہیت کے مقام کے قریب تر لے جاتی ہے۔ یہی وہ شاعری ہے جس کو جنو پیغمبری کہا گیا ہے اور یہی وہ شاعر ہے جس کا مقام صرف پیغمبر کے بعد ہے۔ گزشتہ صفحات میں قیام کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے "ذکر الہی" کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ "ذکر الہی" کی باطنی صورت وہ وجد و مستی ہے جو فرد کو روح کائنات سے ہم آغوش کرتی ہے۔ یعنی فرد اپنے وجود پر احکام الہی کو اس طرح جلدی کرتا ہے اور حق میں اس طرح جذب ہو جاتا ہے کہ اس کے لبوں پر نعرہ "انا الحق" ہی "انا الحق" جاری رہتا ہے۔ "ذکر الہی" کی خارجی صورت حکومت الہی کا قیام ہے۔ حکومت الہی سے دنیا کا وہ نظام مراد ہے جو احکام الہی یعنی حق و صداقت اور عشق و محبت پر مبنی ہو۔ "ذکر الہی" کی باطنی دنیا آبا کر نے میں شاعر پیغمبر کا شریک کار ہے اور شاعر کی عظمت اتنی ہی زیادہ ہے جتنا وہ پیغمبر کے مقام کے قریب ہوتا ہے۔ ذکر الہی کی خارجی صورت یعنی حکومت الہی کا قیام صرف پیغمبر کا کام ہے۔ پیغمبر میں "ذکر الہی" کی دونوں صورتیں انتہائی حسن و جمال اور اعتدال کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہیں۔ اس کی روح جذبہ شوق و مستی کا ایک بحر بیکراں ہے اور اس کا بازو باطل کے لئے تیغ اجل بن کر اٹھتا ہے "مرد حق" یا "انسان کامل" کا تصور "ذکر الہی" کے دونوں پہلوؤں کو یکجا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں پہلوؤں کا یکجا ہو جانا جہل انسانیت کا آخری معراج کمال ہے وہیں نہایت ہی عیسیر الحصول بھی ہے۔ حکومت الہی کے قیام کے بغیر روحانی کمالات کا مقام محض رہبانیت کا مقام ہے اور جذبہ حق و صداقت اور عشق و محبت کے بغیر ہر ایک نظام حکومت محض ملکیت اکثرکشی بلکہ ربربنی اور فزاتی ہے۔

پس ہمارے نزدیک وہی بہترین اور سچے جو انسانوں کو جذبہ حق پرستی سے ستر
کر دے اور وہی بہترین انسان ہے جو نظامِ علم میں احکامِ الٰہی کو جاری کرنے کی کوشش
کرے۔ بہترین شاعری وہی شاعری ہے جو ہمارے رحوں کو اس وجد و شوق
سے آبا کر دے جس میں ہم حسنِ ازل سے ہم آغوش ہو جائیں جو ہمیں اس
مقام پر پہنچا دے جہاں فطرہ سمندر میں مل کر سمندر کی غیر محدود وسعت اختیار
کر لیتا ہے اور جہاں ذرّہ سورج میں جذب ہو کر خود بھی سورج بن جاتا ہے
یہی ہے وہ مقام جس کو اسلامی تصوف میں فنا فی اللہ اور مہاتما گوتم بدھ کی
صطلاح میں "نروان" کہتے ہیں۔

اثر صہبائی

ڈسکہ - ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء

محترم پرنسپل اہل ہونے پر بہت مبارکباد اور شکر ہے۔ اور شیخ عنایت اللہ علیہ السلام
تاج کلمیٰ کیلئے روڈ لائٹ بنائے گئے۔

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) جو جب عواذ کا تلاطم گنہگار
 بریل سے مرے لطفِ تیرم گنہگار
 وہ زندہ دل دہریوں سے صبا بانی
 کہ بھی مرے کعبے تیرم گنہگار

(۲۰)
 شوہر زادہ بہتی کی بچہ نہ ہو گا
 ظاہر ہے کہ کیا کیسے دوزخ میں ہو گا
 لیکن یہ سوال ہے ابھی لایا
 کیا دوزخ کے بچہ کو بچہ نہ ہو گا؟

(۲۱)
 کوہ سلیمان دیر و حرم کو چھوڑا
 واعظ کو، بہن کو، حرم کو چھوڑا
 افکار کی قید سے نہ آزاد ہوئے
 زنجیر خیریت ال نے نہ حرم کو چھوڑا

(۴)
 طبع زندگی کو پایا
 سر آلودہ غم بر سر غوثی کو پایا
 تسکین ہے اگر تو کو کمزوریاں میں آتی
 ہمیشہ بے خودی اسی کو پایا

(۵)
 لذت کشی ہم شادمانی ہو جا!
 بیچا نہ رہے جو غمانی ہو جا!
 سر سخی عشق جاودانی ہے آتہ
 پی کیسے عشق جب جاودانی ہو جا!

(۶)

کیا کیا نہ کیے
وہیں کی کیا نہ ہو
کیا کیا نہ کیے
تیاں کی کیا نہ ہو
سز کو فدا ہو
افسوس کہ اب ہو

(۷۱)

مولا نے نبی جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم میری طرف سے
پیشکش کیے ہو۔ میں نے یہ سب کچھ قبول کر لیا ہے۔ اب تم میری طرف سے
کچھ پیشکش کرو۔

(۸)
 سر ازادِ طبعِ گزینم و بوی نہ ہوا
 نیز گریبِ جہاں کا از جوی نہ ہوا
 دنیا سے محبتِ رسی شکایت کو
 افکوس اگر دنیا دوست تو ہی نہ ہوا

(۹)
 ناکامی زندگی سے ڈرنا کیسا !
 ہنگامِ شکست سے بھڑنا کیسا !
 زندہ ہے اگر تو نکلے تہی کیوں ہے
 پوچھتے ہیں میری مرنا کیسا !

(۱۰)
 اسے شعلہ برق از صبحِ منھیں ہو جب
 غارت گز تارایتی بس ہو جب
 دل صبر کی کشتِ زندگانی ہے اتوار
 خاشاکِ خوب و بکھوچو نک ازل ہو جا

(۱۱)
 بے تابِ جستجو کا حاصل نہ ملا
 بہرہ ہوں گارِ شایانِ منزل نہ ملا
 دُوبی آپھی ہے بارِ ہشت تھی دل
 بحرِ غمِ زندگی کا حبل نہ ملا

(۱۲)

باقی نہیں کچھ بھی داغِ حشر کے سوا
 کیا جانے کیسی ہے خجالت کے سوا
 اٹھ اٹھ کے فرو ہوئے ہزاروں طمعِ فال
 اب کچھ نہیں گمبہِ ندامت کے سوا

(۱۳)

اے غرقِ گناہ! اے پشیمانِ حیات!
 جہاں سے چاکِ خاکِ دامنِ حیات!
 جی کھول کے بختِ بد پر روئے ابروئے
 جاگ بختِ بد میں سامانِ حیات!

(۱۴)
 حوران بہشت کی تمنا ہے سودا
 بہنکلام شباب زندہ و تقویٰ ہے سودا
 کہ یونہی شطاب طے تھیں تھان بہار
 یاد غم و کشت و فن کے فروزا ہے سود

(۱۵)
 لہو رو کے عجب شکوہ بیاد نکو
 لے ننگ بہاں لوح کو برباد نہ کرنا
 مجھ سے ہے زنگار جہتی میں قمار
 کھا زخم پر زخم اور فرس یاد نہ کرنا

(۱۶)
 اے صحنِ شجر کو جس کی تلاش
 اے بربِ ساحلِ شجرے ساحل کی تلاش
 تو خضر بھی منزل بھی ہو منزل بھی
 ہیر کی تلاش کو نیستِ نزل کی تلاش

(۱۷)
 اے کاشِ افروغِ نور ہو جائے دل
 تارِ کاشِ برقِ طور ہو جائے دل
 چرخِ ازل کا آئینہ ہو جائے
 یا نور کے چہرہ ہو جائے دل

(۱۸)
 شہنشاہ کی کامرانی مسکوم
 شاہنشاہ کا دُعا و نوحہ غنائی مسکوم
 انجیل میں بارہ زندگانی مسکوم

(۱۹)
 کلمہ پین ہے پستی معلوم
 جب کلمہ خارج ہو وہ پستی معلوم
 مے نوشِ جمالِ جادو الٰہی معلوم
 صوبائی پستی معلوم

(۲۰)

ہنگام شب بفرقِ عصیان میں
 پیری میں رہیں دیکھو زوال میں
 میں سہل نہ زیست کی ہی دو کڑیاں
 کرشن ہوں کبھی پشیمان میں

(۲۱)

مے نوشِ خستگانِ جوانی ہوں میں
 یا وقفِ بلائے ناگہانی ہوں میں
 شرابِ طرب ہوں یا پینِ غم دہرا
 انجامِ رافت ہے فانی ہوں میں

(۲۲)
 غائب کیست جس کی تفت کی روں
 کمن نہیں تیری تفت کی روں
 تیرے بھبی کرنے پہوں مجبور آؤ
 تفت میں کچھ ہے کہ تیرے روں

(۲۳)
 بے غری اسمان سے جاتا ہوں
 دنیا کو رب نے اس کے جاتا ہوں
 جلوں کا جھوم ہے کہ طوفانِ جہان
 میں ہوں کہ ستر میں پہنچتا ہوں

۲۲
 بلکے عقل و ہوش ہو جا تا ہوں
 طوفانِ بیمِ فروزش ہو جا تا ہوں
 تقدیر کو کوستتا ہوں ہنگامِ کیم
 جب سوتلیا ہوں خموش ہو جا تا ہوں

(۲۵)
 بلکے ہوش میں کس شہساز ہو گیا
 ہوں عالمِ خواب میں کہ بیدار ہو گیا
 فطرت کی شرمِ ظریف سے زود کھینچو
 مجبور کو دمِ بخت ہو گیا

(۲۶)
 عزیزِ سلاسلِ مکافات بھی ہیں
 کچھ دو جہتِ فتحِ حالات بھی ہیں
 دنیا میں مگر کچھ اتفاقات بھی ہیں
 دنیا میں مگر کچھ اتفاقات بھی ہیں

(۲۷)
 اگ سچی مددِ اچھی کی جاتی نہیں
 اک جاوہر کہ روشتناسِ منزل کی نہیں
 اک غمِ خمیساں ہے تنہائے سکون
 اس بحرِ حیات کا توسل کی نہیں

(۲۸)
 کبھی اے عیاں تیاپوں
 پھولوں میں کبھی نہاں تیاپوں
 دل میں کبھی بکھی بکھی نگاہ کے ہیں دھوکے دہ
 سب عقل و نگاہ کے ہیں دھوکے دہ
 کب دیکھتا ہوں اے کہاں تیاپوں

(۲۹)
 ہر طرف کے پسے میں تم کیا کیا
 ہر سبب میں سوئے غم کیا کیا
 منجائے دہر میں مئے ناب کیا کیا
 ہر جا غم کو اودھ کیا کیا

۲۰
 ہے زینقاں شادمانی آئی
 کس رنگ میں گنا گمانی آئی
 تارکی و نور میں کچھ فرق رہا
 سرمدھی کی سچ اثر جانی آئی

(۲۱)
 ہے رونقِ منج پستی اچھی
 ہے شام و سحر کی ہے پستی اچھی
 لیکن ہے عجیب ہے جانی کی شرب
 ہے دونوں جہاں اس کی پستی اچھی

(۳۲)
 اک نقطہ موقوف ہے تیری
 لیکن ہے عجیب ہمیشہ تیری
 چھوڑا جو حُبِ از خود تیری
 جانی ہے کہیں بہت تیری

(۳۳)
 کیا رنگ بہاڑ تیری تدبیر ہے
 کیا بادِ موم تیری تقصیر ہے
 اندیشہِ انجام میں کیوں گھلتا ہے
 تقدیر سے تامل ہے پر ہے

(۳۴)
 ممتاز ہے شانِ اجنبی میری
 ہے کرشِ عرشِ سر بلندی میری
 سجدہ بھی کیا تو کے در پر یارب
 نازاں ہے بہت نیاز مندی میری

(۳۵)
 آئی ہے ہمیشہ سماں آئی
 مینجانہ بدوش و گل بد اماں آئی
 اک کیفِ نشاط ہے جہاں پہلای
 ساغر کش و بلبطنِ اقصاں آئی

(۳۶)
 صہبائے الست کی ہے تہ تیہی
 خاندانہ جاوداں ہے تہ تیہی
 مجھ کو بھی دکھا رہے ہیں اب داروں
 ہے میرا بھی جُرم حق پرستی پروری

(۳۷)
 غمِ درد کی غول ہے جو دریاں نہ لے
 کیا چارہ اگر غمِ غشی کا سماں نہ لے
 ہم عزیز تبارِ دُسر نہ لے
 کیا کچھ جب کہیں بھی نہ لے

(۳۸)
 شکِ جم و کے ہوئے پتی میری
 وہ مست ہوں جاوداں ہوستی میری
 موجِ مئے از غواں ہو سر سانس مری
 میخانہ رنگ و بو ہے پتی میری

(۳۹)
 اسے کاش ابر ایک آنکھ بنایا ہو جا
 ہر سینہ فروغِ برقِ سینا ہو جا
 لذت کشِ جامِ عشق ہو جائے دل
 بالکلانہ ذوقِ جامِ وین ہو جا

(۳۰)
 یہ وقت نہیں ہو سدا ہوں کہ تیرے
 کیوں وقف ہو کوئی خانقاہوں کے لئے
 ہنگامِ حرم میں جلوہ مانے ازلی
 نظارے عجیب ہیں لکھا ہوں کہ تیرے

(۳۱)
 پہچانہ بدوش فصلِ گل آئی ہے
 زخمِ زندگی خزاں لائی ہے
 گردِ شبنم پہ ہے مدارِ ہستی کا اثر
 گردِ شبنم پہ ہیں زندگی گذر جاتی ہے

(۳۲)
 حذوقِ سخنِ کمارنی ہے پی
 لطفِ و شادمانی ہے پی
 سراپہ تقدیر کا ہے اثرِ پلکِ نامعلوم
 ہوں گیمِ عمل کہ زندگانی ہے پی

(۳۳)
 صہبائے نشتِ اہل کی تنہا کرے
 غمِ جزوِ حیات ہے جلکبارِ حیات
 بے پناہی غمِ گوارا نہ کرے
 پیشِ غمِ زندگی کی پروا نہ کرے

(۴۴)
 گزندی سے جاگیر کے ختم ہوتے ہیں
 زہر آبِ الم کے جامِ پشیمانی
 موبار اگر کوئی پوچھے کہ
 گردن بھی اٹھائی جائے

(۴۵)
 اگر گزندی سے رونے لگوں
 گم غم و اندوہ کو دھوئے دھوئے
 تار کی شامِ غم میں لگوں
 بوجھائے گی یہی دورِ بختِ بخت

(۴۶)
 ہمراہ یہ کارواں لیے جاتا ہے
 کیا مجھ کو کشاں کشاں لے جاتا ہے
 اک شہتی آوارہ ہوں طغیانِ چپا
 معلوم نہیں کہاں لے جاتا ہے

۴۷
 غم اس کے لئے ہے اور غم کے لئے
 کوئی نہیں بن سکتا غم کے لئے
 غم کے لئے غم کے لئے غم کے لئے
 غم کے لئے غم کے لئے غم کے لئے

(۴۸)
 غور یہ گناہ کیا ہے اجرت کسی
 دوزخ کی کیا ہے اور جنت کسی
 ہے میری ہی ذات میں مکافات عمل
 ہے شک کہ کہاں کا اور کیا ہے کسی

(۴۹)
 پیچھا مہربان کیا کرتے ہی رہے
 انسان الگ گناہ کرتے ہی رہے
 حیرت نہ آہ میں تھی کچھ بھی تاشیر
 ہم است و نہ آہ کرتے ہی رہے

(۵۰)
 وہ ساز و طرب کی غنہ غنائی نہ رہی
 وہ حسن گنس کی جوانی نہ رہی
 کلہوٹے کلہوٹے لکڑے لکڑے
 زندہ ہوں لکڑوہ زندہ گائی نہ رہی

(۵۱)
 کو عقل و خرد کی تھی فراوانی بھی
 کچھ کم نہ ہوئی گم یہ نادانی بھی
 کرتا ہی رہا گنس اچھی تادوم رست
 موتی ہی رہی گمیش پمانی بھی

(۵۲)

نہ غم آزد و پیچ تاناہوں
 پھر بھی لکھو آزد و کہے تاناہوں
 دیکھا ہے نزار بارانجہ امید
 امید پھر بھی جاں دے جاتا ہوں

(۵۳)

تہیہ شباب خوش لکھتا ہوں میں کئی
 گنہگار گناہوں میں کئی
 انجمن و طرب نزار زندگانی مست
 پھر تادم زیت سر داتا ہوں میں کئی

(۴۵)
 راز عدم وجود پائیدار گریب
 پیروہ مرگ و زبست اٹھایا گریب
 انکار بھی ہو سکا نہ عجیب سے محرم
 ایمان بھی لگ گیا ہے راز پائیدار گریب

(۴۶)
 اس خواب پر آشوب کی ترس نہ ہو
 اک حرف غلط ہی اس کی تفرس نہ ہو
 افسانہ منصور کی تفرس نہ ہو
 اسماء خدا و روح و قلب تفرس نہ ہو

(۵۶)

مگر کھیں نگار میں اور نگاہیں بجائو
 جتنا ہے دل مگر ہی بے ذوق و مکر
 زندہ تو ہوں سوزِ زندگانی ہی نہیں
 میں طوڑ تو ہوں مگر ہوں بے شکوہ

(۵۷)

افسانہ ہزار پیکر ہے
 تسکین کی تلاش میں بھٹکتا ہے
 ہر پھول میں خاتما تو ہر نشیمن میں
 تازہ سیت پہ خارِ غم کھٹکتا ہے

(۵۸)
 دل غن ہوا ہے رنج متھے متھے
 ترسو دریا ہوئے ہیں بختے بختے
 تار کی شب بویا ہے لگی بدم
 موجا میں گئے غم فسانہ کتھے کتھے

(۵۹)
 اخلاص و وفا کی جستجو رہتی ہے
 الفت کی ضیائی جستجو رہتی ہے
 جب بولے کے زبیرہ زبیرہ مجھ جانتی ہے
 یوں بھلا خدا کی جستجو رہتی ہے

(۶۱)
 جانے کیا دل کو آرزو رہتی ہے
 اس کو اپنی ہی جستجو رہتی ہے
 خود سناٹی ہے بخودی بادہ بخودی غر
 اس دل میں عجیب ہاؤ ہو رہتی ہے

(۶۲)
 دل مست شکر بزد رہتا ہے
 لب پر دہو بوسہ رہتا ہے
 تیرے ہی جمال کی مولا شکر سلام
 کاشانہ دل میں تو ہی تو رہتا ہے

(۶۲)
 گر تو میں شکر بیکبر تھی ہے
 بیخیز نہیں بیکبر تھی ہے
 جب استیغاث تینہائی میں
 پھر دل عجیب گنگو تھی ہے

(۶۳)
 جب بہشت میں سب بھلا تھی ہے
 تقدیر سے تیری چل غائبی ہے
 اگر صدق طلب تیرا شکر ہے
 تقدیر بھی اسے دوست بھلا تھی ہے

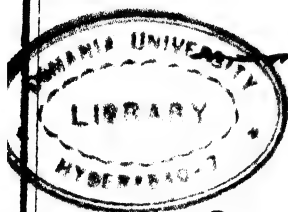
(۶۴)
ایسا ہی رہے گا اور ایسا ہی رہے گا
دل گم فہم تلاش و ناشکیبا ہی رہے گا
پہ کیا ہوا وہ کیا ہوا کیوں نہ ہوا
رہ رہے یہ درد دل میں اٹھتا ہی رہے گا

(۶۵)
دل گنجِ جمالِ جسم ویرانہ ہے
مُڑھٹے ہوئے یکیدے میں پچانی ہے
یہ دل نہیں میں کیسے کہ دُگل کے اندر
زندان میں اکیسویں دیوانہ ہے

(۶۶)
 جب آتش دل کا روبرو ہوتا ہے
 جلوہ بازی ہو ہوتا ہے
 یوں غرقِ مے جاں ہو جاتا ہوں
 میں ہوتا کہاں ہوں اتنی تو ہوتا ہے

(۶۷)
 غارتِ حریفِ جب کوہِ آتو ہے
 گلہائے بہار میں ہویدا تو ہے
 ارشے میں جھکے نامے شیرِ ارجاں
 غنائے جہاں میں لنگ صبا ہے

(۶۸)
 وہ عورتی کلر دے کر دوشن چمکا
 کافر ہوا سیاہ بادل غم
 نغموں کے ہیں آتش جابری ہر سو
 کیا روح فزا ہے لطف زید و بزم



(۶۹)
 محراب چمن سے ہیں گزرتا ہی گیپ
 طے جاوے زندگی کو کرتا ہی گیپ
 مثنوی ہا نقشب آرزو بن بن کہ
 مرثیہ کے یہ ادب بھی اُبھرتا ہی گیپ

(۱۵۰)
 گلِ عجم کے واہ واہ کی ہے یہیں
 کلانتا چھپنے پر آہ کی ہے یہیں
 رویا منس نہیں کے اور منسا درد کو
 یوں فغم شیب بیاہی ہے یہیں

(۱۵۱)
 آلودہ ہے روح اور تقدس ملبوس
 کیا البتہ فریب ہے عجائباتِ سلاکوں
 بے نور ہیں مگر مکین ہیں تھرے روشن
 افسردہ ہیں شمعیں اور رنگین خانوں

(۲۴)

جب جلوہ دوست رو بر روی
دل وقف خویشی کا قوت ہو چکا
ہو جاتی ہے بسبب یہ زبان گویا
سوسو کر گریں گشت گو ہو چکا ہے

(۲۵)

موت و حیات کیا ہے معلوم نہیں
صیح و یس است کیا ہے معلوم نہیں
کیا ہیں حیات تھا اب کیا ہے معلوم نہیں
اور بعدِ ممات کیا ہے معلوم نہیں

(۴۴)
 اک جگر پر آشوب ہے ساحل کے بغیر
 دیوانہ مضطرب سلاسل کے بغیر
 کیا کیجے! یہ کائنات کیا خوشامید
 اک قافلہ بزمِ روضے میں منزل کے بغیر

(۴۵)
 وقیر سے نہ اس کی عظمت چاہئے
 نظاں سے نہ نصیب کی ہائے
 ہیں ہیں یہ پوچھتیں شہنشاہوں کی
 دونا ہے اگر آؤ تو اللہ سے دور

(۷۶)
 یارِ دلِ مجھے شک کر دے کر دے
 سینے میں مرغِ نور بھر دے ابھر دے
 ہوجاؤں میں جی جب گاہِ بزمِ امکاں
 مجھ سے کو مجھے تو اپنا دے اور دے

(۷۷)
 حق دوست ہوں حق تلاش کرتا ہوں میں
 اسرارِ ازل کو فاش کرتا ہوں میں
 حق عمل گراں ہے اور جہل شیشہ
 اس شیشہ کو کپکپی شیش کرتا ہوں میں

(۷۸)
 اس طرح میں عشق کا وہ کر کو ب جی نہیں
 وہ آج وہ گریہ شہب جی نہیں
 بہ مغر ہے تجھ سے کیا کیجے
 نہیب میں آلودہ روح نہیب جی نہیں

(۷۹)
 کیا کوئی کہے کہ وہ کہاں بہت ہے
 بنے نامور شال لا کہاں بہت ہے
 کیا میں ہی نہاں اس کی جہتی میں آقا
 بہرے کے جی دل میں نہاں بہت ہے

(۱۰۰)
 وہ دست ہوں جاں وداں ہے مستی میری
 تسکین و تسکین جاں ہے مستی میری
 تو حسن کا بحر یکاں ہے دہشت
 میں ہم یکاں ہے مستی میری

(۱۰۱)
 میں قیاسی حوص از ہوتا ہی گیا
 سپید لکھی دراز ہوتا ہی گیا
 آمادہ ترک از وجہ ہے ہوا
 کرنین ہے بنیاد ہوتا ہی گیا

(۱۲۲)
 پیچانہ جان سزا ہے پیچانہ عشق
 میچانہ جاوداں ہے میچانہ عشق
 کوثر نیم کیا ہیں اسے شبنم
 بلکچانہ دو دو جہاں ہے تانہ عشق

(۱۲۳)
 مہسُن جب سال کی کہانی سُن کے
 مست مہسُن عشق کی کہانی سُن کے
 میچانہ ہیں اس کے سُن ترانی کا سرود
 اور طوہ پوہ جا کے سُن ترانی سُن کے

(۳۰)
 اسے کلاش نہیں ختم زندگی ہوئی
 کچھ موت کے بعد بھی کہانی ہوئی
 کیا کس عدم سے ہی نہ ہوتا ظاہر
 ہمیں بری حیات جاودانی ہوئی

کوئی دو جہاں میں اے غم نہین
 تو اپنی حقیقتوں سے محرم ہی نہین
 سجدہ ملک تو ہے شیطان پرست
 آدم میں گمراہ روح آدم ہی نہین

(۶۶)
 میں نے خود کا پاسبان بن لیا
 ہوں جب چاہوں کہ کس طرح چاہوں
 میں اپنے خفیوں پر چڑھوں
 جتنا کر کم کر میں خود کو

(۶۷)
 تو شکیں جواب اور طوفانِ اہل
 ہونا ہی ہے گناہ کا جہانِ اہل
 کہیں یہ زندگی کے خوش گھنڈے
 کہوں تلخ کتے ہیں اے پریشانِ اہل

(۶۸)
 مگر کھین تری جلوہ لئے کھین
 رشتہ میں اسی نیا ہے حق کو کھین
 دیکھتے ہیں بہت کھینے کھین
 جلوہ گہ فضا ہے حق کو کھین

(۶۹)
 وہ کیف شراب اب کہاں کی لاؤں
 وہ لطفِ باب اب کہاں کی لاؤں
 مری ہے بہار لے کے مینا تو رہا باب
 وہ رنگِ شباب اب کہاں کی لاؤں

(۹۰)
 وہ کیف و سحر اب کہاں سیلاؤں
 وہ عشق کا نور اب کہاں سیلاؤں
 روشن تھی یہ کائنات جس سے ہم
 وہ شعلہ طور اب کہاں سیلاؤں

(۹۱)
 تار یکا ہے دل ضیائے ایمانی ہے
 تار تار ہے جان سکونِ جانی ہے
 یہ تامل و شعور مجھ سے لے لے لے یارِ ارباب
 یہ کلمہ کہ وہ بخود و نادانی ہے

(۹۲)

اک بحر سرور و نور ہے بادہ عشق
 بیگانہ دو جہاں ہے دلدادہ عشق
 ہر خند ہے دو جہاں سے غم شکر لیکن
 دشوار ترین ہے اسے اثر جادہ عشق

(۹۳)

اے فضل بہار اے شبِ بیتی
 کہ پیا دوست ہے رہا بیتی
 کہ خند خیال و خواہے گم بیتی
 کیا بوس و فوس ہے یہ فانی بیتی

(۹۴)
 حجام و نگار و زنگار
 تھوڑی سی شکر
 مری میلاں ہے تھوڑی سی شکر
 نفرتیں حسین جی اور میرے
 تھوڑی سی شکر

(۹۵)
 اے سرب نو بہار اک نغمہ مندودا
 اے ساقی گلخوار اک حب غم دوردا
 جے تار و باب عشق کبریا غم دوردا
 میں شوق ہے چھپا ہے ابے غم دوردا

(۹۶)
 وہ ہے کہ وہ عشق افزوں ہو جائے
 وہ نغمہ شوق ہو کہ دل غول ہو جائے
 ہے تیرا وہ تانا بیری تھی اے سست
 تیرے رخ آتشیں کو گلگون ہو جائے

(۹۷)
 افلاک پہ ہے سرورِ تیرا
 ہے سینہ بحر میں طالعِ تیرا
 ہے فصلِ خزاں میں تیری فکرِ خزاں
 ابد زنگِ بہار ہے تبسمِ تیرا

(۹۸)
 گلیا ہے چین کے خندہ بامے معصوم
 قد شید فاک کی پیائے ضیائے معصوم
 دو بے ہوئے کیفِ خلد میں ہیں گویا
 جو جو ہے کے جلوہ بامے معصوم

(۹۹)
 بادہ عشقِ زندگانی ہو جائے
 فردوسِ نشاط و ثنایاں ہو جائے
 ہے دو پریشاں و عشقِ اکِ خراب
 اے کلاشِ نیو خراب و دنی ہو جائے

(۱۰۰)
 پیکر کائنات میں دل کیا ہے
 پیغمبر روح جانِ مجھ کی کیا ہے
 دل حائل کشتِ دو جہاں ہے، لیکن
 پیادہ مری کشتِ دل کا حائل کیا ہے

(۱۰۱)
 لئے دل غمِ پیش و کم ہے لگا کر تک
 پیش کو وہ دب سہ ہے لگا کر تک
 تو غمِ دو جہاں نام ہے لئے دلِ حائل
 کشتِ جانِ جم ہے لگا کر تک

(۱۰۲)

طاقت ہے اگر کسی پسند آئے کہ
 بیکس ہے اگر تو آہ وہ پسند آئے کہ
 پیش من طرف میں بھی خدایا دے
 پارخ و الم میں بھی خدایا دے کرنا

(۱۰۳)

مگر تماشائی ہیں اربابِ ہوس
 سینوں میں پیاتے ایک سیلابِ ہوس
 دل کو بھی ہے کچھ سکونِ راحت
 کہ تیرے ہم ہیں بسببِ سببِ ہوس

۱۰۴
 یہ پھول یہ بادِ مسودِ یہ آپِ دیوان!
 یہ منظرِ کرمِ مبارک و ماوِ تابان!
 ہر چیز ہے بادِ سکون سے مسرور
 انسان ہی اس پر غم ہے نادان!

۱۰۵
 اسرارِ ازل کی رازداری نہ سہی
 ہنگامہِ قص و بیگاری نہ سہی
 خوشیوں کہ ہوں شہرِ اپنے دل کا
 بے فکر تو ہوں میں شہرِ باری نہی

(۱۰۶)
 ناپید عدم کو تو نے سب سے ختمی
 ظالم جاہل کو حق پرستی ختمی
 یارب یار کرم ہے مجھ میکیش کو
 بے بادہ و بے خبر سب سے ختمی

(۱۰۷)
 اگر خدائے شریک نہ ہم افلاک میں ہم
 سب سے صدق میں گوہر پاک میں ہم
 لیکن میں نیاز و عجب میں بھی کیسا
 ہم خاک نشین میں صوفی اسفند میں ہم

(۱۰۸)
 ظاہر ہے کہ یہ خدائے کد جاگئے گی
 فضلِ مہربان چین پر لڑائے گی
 کیا پھول ہی کھلنے لگے پھر بھی لے سکتا
 آنے کو بہار تو خضر در آئے گی

(۱۰۹)
 سیلابِ ہوس ہے کیا ٹھہرت کیا ہے
 بلبلِ اندیشِ داغِ حسرت کیا ہے
 اک عمر ہمیں یہی حقیقت کی تلاش
 معلوم نہ ہو سکا حقیقت کیا ہے

(۱۱۰)
 اے کائنات میں نے یہ کیا کینے وال ہوتا!
 یا باندہ ہی ناز و شرف شیطاں ہوتا!
 یہ وہاں سے خجس ہوں ہر من و مقلوب
 کچھ بھی ہوتا مگر نہ اس ہوتا!

(۱۱۱)
 جب وجود کی روانی کیا ہے
 یہ موت و حیات کی کہانی کیا ہے
 غمناؤں سے اور دہریہ نشیں سے
 سب کچھ فانی ہے غیر فانی کیا ہے

(۱۱۲)
 ہم افغانوں کے لئے نہ جب کلام کا
 مجھ کو نہیں عاقبت کے اوّل کلام کا
 دُڑتا ہوں تو اپنے دل کی بستی سے
 دُڑے دل دیوانہ و غرور کلام کا

(۱۱۳)
 دیرائے وجود میں ہے تو گھر میں
 بیجانہ و بزم میں ہے اک ساغر میں
 انسان ٹھکرا ہے مال و زر کے آگے
 بچی و بیاہن پہ چھلکا ہے بے یق

(۱۴)
 پی بادہ عشق ہے اپنی جی
 سرشاری و بخودی وستی ہے جی
 اے گرم تلاشِ راز مئے ہستی
 ہے توبی تو رازِ رازِ ہستی ہے جی

(۱۵)
 مردانِ خود آشتِ ناپیں تمنا زو بلند
 پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کند
 ظاہر میں ہیں شستِ خاکِ باطن میں ہیں
 دُروں میں تجب کیوں کے خوشیدیں بند

(۱۱۶)
 یہ عقل و خود تو اگر پیشانی ہے
 آغاز بھی انتہا بھی حسیب انبی ہے
 یہ عشق میں کچھ اور کیکن باریب
 یہ سوزِ مدغم و گریہ لمانی ہے

(۱۱۷)
 ہے جس کا ظہور کوہ و درشت و دین
 سلطان وہ سپہ سالار ہو گھم دین
 مگر کچھ ایسے ہی کے قلم سے بیان
 جو غور و فکر سے لکھنا ہو دین

(۱۱۸)
 رازِ عدم و وجودِ مومن نہیں
 افسانہٴ نسبت و بدو مومن نہیں
 عقدہٴ کجی کل کمانہٴ خیر و شر نہیں
 کیا ہے زبان و سود مومن نہیں

(۱۱۹)
 لبِ پرت سے نعرہٴ صدائے حق ہو
 ہر قول و عمل ترا بوالہٴ صدائے حق ہو
 پہل ہے بیعتِ خاندانِ بابِ نبی
 اسے دوست تو بندہٴ خدائے حق ہو

(۱۲۰)

ہر غم پہ ہے عشق داغ و درد و غم و سوز
 ہے اس کی ضیاء سے شامِ تھی خود نوز
 ہیں دو دیو ہی تاباک یکین اے دوست
 ہیں ہے نظر فریب حق روح فروز

(۱۲۱)

اے عشق سحرِ زندگانی تو ہے
 سرِ پایہ لطف و شادمانی تو ہے
 تو حلقہٴ صبح و شام سے ہے آزاد
 فانی بر شے ہے غیر فانی تو ہے

(۱۲۲)

تیار کیا ہے روح اس کو روشن کر دے
 دیوانہ دل کو رشک گلشن کر دے
 اک پیکر خاک ہوئی آجی محبوب
 اپنی ہی خبایوں کا غمخیز کر دے

(۱۲۳)

ہر شے میں علاج درد و غم
 پاپا نہ کہیں ملے مدد و اہم
 درماں کی تلاش میں ہے ہر گرواں
 ہر بیت کو خدا بنا کے پوجا ہم

(۱۲۴)

درد و غم عشق کا مداوا ہے جاب
 اے دوست ہے نشتِ میسِ جاب
 یہ دردِ ہزار درد کا ہے درمان
 درمان کا علاج جھپٹ ہے جاب

(۱۲۵)

ہے دلوں و جہاں سے غمِ ہزار کی عشق
 اللہ کی دین ہے ہمارے عشق
 کیفیتِ جامِ غم عشق کی کیا سمجھ سکیں
 تازہ سیت ہی ہوئے آتشِ عشق

(۱۲۶)
 ہر چیز کو چھوڑ دے جب بندہ اس حق
 صدقہ در آغوش ہے بگ چن حق
 ہر اشک تیرا ہو نوحی سے روشن
 تیرا دل ہے قرارِ خوشن حق

(۱۲۷)
 ہم بادۂ عشق پی کے سر پہ لے لے
 ہم شام سے لے لے تاجِ کھول ہوم
 ہونے سے انقلاب لاکھوں ہونے
 زندانِ بلا نوشی لاکھوں ہونے

(۱۲۸)
 جو رنگِ بہار ہے گلستانوں میں
 وہ مسیتِ خاموشی ہے دیوانوں میں
 میں ایک ہی نور سے پلکے روشن
 کہیں میں وہی جو ہے بہتِ خانوں میں

(۱۲۹)
 تو بیکہری دل میں تھا ازل سے نہیں
 میں تیری تلاش میں رہا گرواں
 معلوم نہ ہو سکا مجھے تا دمِ زکیت
 نیرِ دل مجھ میں ہی پایوں میں ہی نیراں

(۱۳۱)
 ہوں مکیا خاک سے بڑی ہستی کی کیا
 فہم میں سے لگا کر ہستی کی کیا
 دوسے سے بڑی فکر سے تباہ تو
 پسند نہ عروج و پستی کی کیا

(۱۳۲)
 ہے ایک ہی اسے دوست ہے جان کی
 ہے ایک ہی اس سے ہے لگاؤ کی
 تقدیر و خدا و خیر و شر کی
 غنی یا غریب کی کچھ ناموں کی

(۱۳۲)
 جہاں نہ شکست شکی کے آگے
 حق جب کہ ناں نہ ہو بدی کے آگے
 مری پی التجا ہے تجھ سے یاد
 گردن نہ مری بجھائی کے آگے

(۱۳۳)
 رشتے فنا پذیر جو جب پہنچ
 غم ہے شور و غم خیمہ عشق
 کریم و سرور کا ہے انجام
 ہے رنج و غم خیمہ بادہ عشق

(۱۳۴)

کچھ حق سے خدا نہیں ہیں مردانِ خدا
 مجبورِ فنا نہیں ہیں مردانِ خدا
 لا یریب خدا کے دست باز وہ ہیں پی
 ہر خیز خدا نہیں ہیں مردانِ خدا

(۱۳۵)

ہے مستی و پیغمبری کہ ہر بشاری ہے
 ہے خواب ہی خواب یکہ بیداری ہے
 جاتا رہا متہی باز تارکی و غور
 لایب کے عشق کی وہ سرشاری ہے

(۱۳۶)
 تاریکی زور کیا ہے اسے اسے یوم نہیں
 پہنچی دس رو کیا ہے اسے اسے یوم نہیں
 جانے انی دین ترانی کیا ہے
 افسانہ طور کیا ہے اسے یوم نہیں

(۱۳۷)
 دشت و در و گلستان کو دیکھا تو نے
 مہر و مہر کہکشاں کو دیکھا تو نے
 اپنے ہی جہان دل پڑالی نہ نظر
 کیا دیکھا جو دو جہاں کو دیکھا تو نے

(۱۳۸)
 ہو پیکرِ عشق میں ایک پیکرِ یار ہے
 اخلاص و وفا ہو پیکرِ جبرِ یار ہے
 مژبہ نہ ہو حق ہو ہر سانسِ مری
 دل میں بھی وہی ہو جو ہو کب پیکرِ یار ہے

(۱۳۹)
 مٹی میں روشنی کہاں سے آتی ہے
 پتھر پر آگ کہاں سے آتی ہے
 پتھر پر آگ کہاں سے آتی ہے
 مٹی میں روشنی کہاں سے آتی ہے

(۱۳۱)
 فغفر کے دو پہر چہرہ لائی مہیات
 قیصر کے خندیں گدائی مہیات
 اے دوست سچے دل خدائے شوق اکابر
 اس میں بھی تپوں کی شہ خطائی مہیات

(۱۳۲)
 زاد کو بہشت و خور و کوثر دین
 ارباب ہوس کی کوہیم و گدہ دین
 یارب تجھ تیری بنیادی کی قسم
 جو کو غم عشق و قلب مضطرب دین

(۱۴۲)

ہے راز ہی راز کا راز تیری کیلئے
 بھجنا نہ کوئی فسول اذیت تیری کیلئے
 ہم آزاد ہیں دو جہاں تیری کیلئے
 اللہ سے شانِ بنیاد تیری کیلئے

(۱۴۳)

شیطان تھا تم سب عزیز داں کے حضور
 لیکن کبھی جھکا وہ ناں کے حضور
 انسان ہے اگر کہ ہے خدا سے کشمکش
 لیکن ہے پابند شیطاں کے حضور

(۱۴۴)

خونچے سید محمد حسین بادہ سالانِ شیب
 مرستی و مرستی ہے ایمانِ شیب
 ہے غرقِ سرور و کیف پہناتے جہاں
 طوفانِ سرد کا ہے طوفانِ شیب

(۱۴۵)

ہوں مرزا غفور گونہی دستِ ہوں میں
 جو غرض سے ہے بلند و پست ہوں میں
 وہ زندہ ہوں ننگوں میں مبتلا ہے حضور
 ہے جس کو تو میں بھی وہ مست ہوں میں

(۱۴۶)
 ہے بدی عشق سے جانی کی برباد
 ہے شاہد غیب شہید پانی کی برباد
 دوست شہرت تو اس کے دو چوہے ہیں
 ہے حسنِ عمل ہی زندگانی کی برباد

(۱۴۷)
 ہے رازِ ہروی کا نام منزل ہے بیان
 گر دابِ بلا کا نام اصل ہے بیان
 ہے حاصلِ غمِ عظمتِ شامِ عدم
 ہیں ہے ہر ایک نقشِ گلِ ہر بیان

(۱۲۸)
 ذرہ ہوں کہ لامکاں ہوں محلوں میں نہیں
 فانی ہوں کہ جاودال ہوں محلوں میں نہیں
 آباہوں کہاں سے اود جاؤں گل کہاں
 کس دشت کا کاروان میں محلوں میں نہیں

(۱۲۹)
 گلہائے بہار بھی گزرجائیں گے
 خاشاک بھی خار بھی گزرجائیں گے
 اے دوست جو کس لئی پریشان و ملول
 پس میں و نہا بھی گزرجائیں گے

(۱۵۰)
 ہنگامہ روح و جاں ہے عشق کی مستی
 پی پی ہم یکاں ہے عشق کی مستی
 گویا تیرے ہیں عشق کی مے اے ہم
 نقوشِ بکشت کی جاوداں ہے عشق کی مستی

(۱۵۱)
 کیا سوچ فنا ہے کیا ہر ساحلِ یارب
 کیا دشتِ بلا ہے کیا ہر منزلِ یارب
 حق ہیں ہو نگاہ اور حق کی پوش ہو دل
 ہے مجھ کو تیرے عشق و جاں یارب

(۱۵۲)

قسمت کو بڑا چھلکا کہا ہے میں نے
 ہر بات کو ناروا کہا ہے میں نے
 تقدیر کے پیوے میں خدا کو کوب
 کچھ لکھی کہا بڑا کہا ہے میں نے

(۱۵۳)

دل میں تری آرزو ہے یارب یارب
 لب پتری گفتگو ہے یارب یارب
 اک جلوہ دکھا کہ تجھ میں گم ہو جاؤں
 کچھ کہ تیری توجہ ہے یارب یارب

(۱۵۴)

پہ دل ہے کہ سوزِ جاوداں ہے بیا رب
 سینہ ہے کہ ترشِ نغال ہے بیا رب
 تارِ کیا ہے طُورِ اورِ خاموشِ حَسَم
 بیٹھا ہوا چپکے تو کہاں ہے بیا رب

(۱۵۵)

ہر بُت نے سرِ غور اٹھایا اپنا
 بن بن کے خُدا جلوہ دکھایا اپنا
 جب میں نہ بھلکا کسی بھی بُت کے آگے
 ہر بُت نے مجھے خُدا بتایا اپنا

(۱۵۶)
 برتیب میں جھلک غم کی پائی ہم نے
 نادان تھے غم کی کھائی ہم نے
 ایک ایک صدمہ ہم نے توڑا ہے
 پھر ایک کرب لگتی خدائی ہم نے

(۱۵۷)
 غم غیب پا کے ہم بچھین
 اب دو دو جہاں بھلا کے ہم بچھین
 یوں میں پائے ہیں صدمہ تمام
 افسانے بول لگا کے ہم بچھین

(۱۵۸)
 حق دست بر حق گویو بر حق گویو
 سر گاہ جب دامو غروب پوش
 بر شیا تریب بر حق و بلبل کے لئے
 اور یک کدہ حق میں بلبلانوش

(۱۵۹)
 یہ بود و نبود کیا ہے اے کوم نہین
 یہ سر تنش و دود کیا ہے اے کوم نہین
 ہستی میں عدم ہے اور عدم میں ہستی
 یہ مرگ و وجود کیا ہے کوم نہین

(۱۶۰)
 اگر اشکِ مرا وفا کا آئینہ ہے
 سینہ مرا غریقِ کائناتِ خمینیہ ہے
 یہ کہ سوزِ عشق سے بے روشتی
 یزدان کے حیم و کلکِ زینہ ہے

(۱۶۱)
 بیداریِ نیست ہے کہ درِ خوابِ عدم
 طوفانِ حیات ہے کہ بیلابِ عدم
 یوں لکھا ہوا ہے اک صحیفہ یارب
 اک بابِ حیات ہے اور اک بابِ عدم

(۱۶۲)
 ایوانِ شہود کو سب پایا ہم نے
 لیکن نہ سرورِ عشق پایا ہم نے
 انسان میں اپنی روح پہنچی آئے
 پھر لطفِ حیات کا اٹھ پایا ہم نے

(۱۶۳)
 نذال کے حضور گنگندی تیری
 نذال کی قسم ہے بربندی تیری
 باطل کو دبانے اور حق سے دہش
 اے دل ہے اسی میں اجبندی تیری

(۱۶۴)

یارب تیری ذات سے محبت ہے تجھ
 الفت پوری ہے نہ از خیرت ہے تجھ
 دل جا ہے جو تو دل کا ارمان ہے
 ان عہد و قصور سے تو دور ہے تجھ

(۱۶۵)

خانی ہے ہر ایک سے محبت کے سوا
 ہم پر ہے تلخ اس شکر کے سوا
 کہ ہے تیری طلب و تیا ہے محبت
 الفت کا عزم نہیں کچھ الفت کے سوا

(۱۶۶)

اے کیف و سرورِ زندگانی آجا!
 اے روحِ نشاط و شادمانی آجا!
 ہر شے ہے تیرے بغیر زنی جانی
 تو بن کے حیاتِ جاودانی آجا!

(۱۶۷)

دے ابادہ شوق کا مجھے ساغر دے!
 اپنی ہی تجلیات بھریں بھر دے!
 بن کر غمِ عشق تو سما جا مجھ میں
 میں فانی ہوں مجھ کو جاودانی کر دے!

(۱۶۸)
 از قطره غزل ہے ایک انگہ یارب
 سینہ ہے اگر کہ کل سمندر یارب
 ہو جو کہ وصل عشق ہے اگر کہ اگر
 حل آٹھے ہیں اور تجھ سے حل کر یارب

(۱۶۹)
 شیطان کو کس لیے بنایا تو نے
 سوسے قفنے کو کیوں جلایا تو نے
 آدم نے اسی کو اب بنایا بیہود
 خمیازہ کئے کا خوب اٹھایا تو نے

(۱۵۱)

مٹا ہے یہ دردِ عشقِ نازنین کہ
 ابلیسِ لعین کا اشرک کچھ
 مٹا ہے کبھی ہی خُدا بن کر

(۱۵۲)

یادِ غمِ عشقِ پالیا ہے ہم نے
 سینے سے اسے لگا لیا ہے ہم نے
 افلاک و جہاں سے بھی ہوا ہند نہ ملے
 وہ بارگراں اٹھ لیا ہے ہم نے

(۱۷۲)

اگر نالہ دگلداڑ ہوں فرقت میں
 وارفتہ ہوش ہوں گما قریب میں
 یاسوزِ دلمہ پایفت کیستی
 یہ دوی صفت میں بدوقتیں

(۱۷۳)

جب تیری ہی تیری تھی خُدائی یارب
 پہر دل میں ترسے یہ کیا سمانی یارب
 پیدا کیا اہرن کو کیوں اپنا شریک
 یہ بات ہمیں چھوڑ آئی یارب

(۱۴۷)

شیطان کو بھی ادھر اجبارا تو نے
 ہم کو بھی ادھر کیا اسرارا تو نے
 تازیت یہ کشمکش ہی ہے یارب
 دوزخ کو لڑا لڑا کے مارا تو نے

(۱۴۸)

آغاز ہے عشق اور انجام ہے عشق
 کوئی ہیں جن کو مست وہ جام ہے عشق
 ہے عشق ہی عشق جن کو کشتے ہیں خدا
 اک نام خدا ہے اور اک نام ہے عشق

(۱۷۶)

گشت میں ہے جانم روز و شب ہے تیرا
 بپا ہے نہیں مگر بس یہ کہ تیرے
 یہ انجم و مہر و ماہ یہ لالہ و گل
 میرے لیے ہیں یہ کبھی تم ہے تیرے

(۱۷۷)

اچھا نہ کیا جو دل کاغذ تو نے کیا
 اے پیغمبر و فایہ کیوں تو نے کیا
 اک گوہر ہے ہا کو توڑا تو نے
 کچھ بھی کیا بہت زبوں تو نے کیا

(۱۷۸)

عصیاں کے نہ داغ دل کو دھوئے تو نے
 اپنے ہی بلند رتبہ کھوئے تو نے
 گمراہ کسی کا چھیدی ہے تیری
 میں اپنے ہی حق میں کھائے جوئے تو نے

(۱۷۹)

نیکی کا شکر تو ہے میرے لیے
 عصیاں کا ہر کچھ ضرر تو ہے میرے لیے
 اللہ کی ذات پر ہے کیا اس کا اثر
 وہ عقدہ خیر و شر تو ہے میرے لیے

(۱۸۰)
 کمنور ہے آکھ اس کو بی بانی سے
 کمنور ہے دل سے تو امانی سے
 یہ منزل عشق ہے نہایت ہی کٹھن
 بار بار مجھ پر ہے یک بانی ہے

(۱۸۱)
 ہے غم جگر سے لالہ جو بکواس عشق
 ہے دار و رسن بدوش ملکات عشق
 عصیاں سے بہت بلند کی ہے کمال
 نیکی سے بہت بلند ہے تیر عشق

(۱۸۲)
 گشت و سبب قرار و جیب ان کسو
 وقت میں تری بہت پریشان ہو
 جب تجھ سے جدا ہوئے تو تجھے بھی خدا
 تم تجھ سے جدا ہوئے تو ان ہو

(۱۸۳)
 سر پہ اختیار آدم ہے پی
 جبریل پی ہے اہم غم ہے پی
 ہے تیرے تقدیریں غم عشق اگر
 فوٹن بابت کہ حاصل دو عالم ہے پی

(۱۸۴)
 میں غائب ہوں شب الم کی راتیں
 ہیں ایک طالع جاہم کی راتیں
 ہے عشقِ وہ صبحِ جو نہیں اٹھتا شام
 ہوتی نہیں اس میں پیشِ غم کی راتیں

(۱۸۵)
 لاندہ سہری جوانی ہوتی !
 پیرے ہی جمال کی کہانی ہوتی !
 لے کاش اپنی عشق میں ہی جیتا مرنے !
 سب کی نذرِ زندگانی ہوتی !

(۱۸۶)

نیری ہی ضربیا میرے خیالات میں تھ
 نیرا ہی سر درد میری ہر بات میں تھ
 یوں جلوہ نگین ہو گیا دل میں کیا رہا
 جب طرح سے چاند فوسفات میں تھ

(۱۸۷)

ہنگامہ نشوونما شہی سے نہ ڈرو
 بنویم جہ و شہ ان قیصری سے نہ ڈرو
 یوں عرب ہو ایں غم خانے میں
 سب غم سے ڈریں چمک سی کو نہ ڈرو

(۱۸۸)
 اے کاش غم حیات فانی ہوتا!
 کچھ چارہ دریدہ زندگانی ہوتا!
 کنیفے عیش و سرور علاج غم دل
 اے کاش کیف جاودانی ہوتا!

(۱۸۹)
 زہرِ غم کھالیا ہے ہم نے
 اب لطفِ حیات اٹھالیا ہے ہم نے
 گزشتہ ترین ہے اے اثرِ بادہ عشق
 مہرِ پاپا ہے ہم نے

(۱۹۰)
 ہے سب نشتِ عمریں سب عیشِ سب عیشِ
 ہے نعتِ دو جہاں سے شیریں عیشِ
 صد لطفِ باغوش ہے دردِ غمِ عیشِ
 ہے عالمِ کفایتِ بخودِ عالمِ عیشِ

(۱۹۱)
 نقشِ بوسے لدی ہوئی ہوائیں آئیں
 نقوشِ بے بویِ فضا آئیں آئیں
 نقوشِ جہاں ہے ایک تصویرِ حال
 حریرِ حسیں حسن کی ادائیں آئیں

(۱۹۲)
 بوجوں سے جناب سر اٹھاتے ہی ہے
 بوجوں میں ہی سر کو پھر چھپاتے ہی ہے
 اس خاک سے اٹھے لاکھ اسکن و دم
 اور خاک بسبر خاک میں جاتے ہی ہے

(۱۹۳)
 ہے صبح ازل کی گل فشانی تجھ سے
 ہے شام ابد کی غمہ غانی تجھ سے
 تیرا ہی ازل ہے اور یہ ابد ہی ابد
 ہے جب وہ بد کی روانی تجھ سے

(۱۹۴)

اے روشِ صبر ہزارے جلوہ حق!
 ہم تیرے ہیں جاں نثار اے جلوہ حق!
 مر رہی جاوداں ہے آغوش تری
 ہم تجھ سے ہیں ہم کنار اے جلوہ حق!

(۱۹۵)

تیرے تیرے ہر آج و ہمیشہ کے لئے
 ہے باغِ جہاں کا رنگِ تو یہی ہے
 یہ نغمہ یہ دورِ جامِ یہ لالہ و لعلی
 یہ سچ ہیں اگر نہیں تو یہی ہے

(۱۹۶)

ہر چیز میں ہے جمالِ نیداں کا طور
 ہر پھول ہے شمعِ طور ہر شاخ ہے طور
 گلِ فرشِ زمیں پر ہیں فلکِ پر ہیں بخم
 ہے سلخِ زمیں سے تا فلکِ نور

(۱۹۷)

میں گلخانہِ گل ہے ہنگامہِ رنگ
 ہے بربطِ رنگ سے رواں نغمہِ رنگ
 میخانہِ رنگ ہے گلستانِ جہاں
 گلِ ساغرِ رنگ ہے مہتابِ بادہِ رنگ

(۱۹۸)

اے غرقِ نشاط و شین اے بادِ پرست
 ہر کیف و سرور کا ہے انجامِ شکست
 سرستی عشقِ جاودانی ہے آفت
 میں ہے خبرِ غمِ مستانِ الست

(۱۹۹)

پیری ہی بہارِ رنگِ موبہ ہے بھیر میں
 تیرا ہی جسمِ موبہ ہے بھیر میں
 شکر ہے وصال میں تیر من و تو
 میں تجھ میں ہوں اور تو بھی ہے تجھ میں

(۲۰۰)
 ہم حق کے لئے پیوں بہانے کو
 ہم اپنے ہی غول میں یہیں نہانے کو
 ہم موت و حیات سے ہیں بالائے دست
 ہم پوچھ حق کے ہیں اٹھانے کو

(۲۰۱)
 اے صوفی حق پرست! اے کسبیت
 اے شام و گچاہ عشق حق میں مسرت!
 میدانِ وفا میں جھک گیا پوچھ حق
 تو کو کہہ دیجئے اور حق پرست!

(۲۰۲)
 اربابِ ہوس ادھر ادھر جانیں گے
 گشتِ رہیں گے دربدر جانیں گے
 دشواریاں ہیں ہے اے آفرجادہ حق
 ہم تو اسی شاہراہ پر جانیں گے

(۲۰۳)
 اے پیچھے حق بلب کرنے والو!
 اے جادہ حق پر لڑنے مرنے والو!
 اللہ کی جہتیں ہیں نازلِ تم پر
 اے غازیہ زخم سے سنورنے والو!

(۲۰۴)
 مدام خود سے دل کو آزاد کریں
 پھر تازہ خونِ قویں میں دیکھیں
 ہنگامہ شوق و شورِ موتی سے آئیں
 پیرائے دہر کو چھپ کر آباد کریں

(۲۰۵)
 نو بادۂ جامِ عشق سے ہو مست
 ہر سانس میں نو بند ہو پیمانِ است
 کج جائے نگاہِ ابرو کی کج خنود
 تو نعرۂ حق لبِ بو شیر بہت

(۲۰۶)
 ہر آہ تیری ہے تیری قلت کی دلیل
 ہر نالہ ترا ہے عدمِ ثمت کی دلیل
 تو ظلم سے لڑتے لڑتے مجھے اگر
 یہ موت رہے گی تیری عظمت کی دلیل

(۲۰۷)
 ہوش نہا ہے اور خاموش ہر شام
 کہ کیفیتِ کج سے ہم غم و غمش ہے شام
 فردوس کے پھول ہیں کہ درِ رنگِ شفق
 ہر غم و غمشِ فلکی میں عطرِ گلچشم ہے شام

(۲۰۸)
 فطرت کا باب بھی کیا ہے خاموش
 زنجیروں سے لگے فضا بھی ہے مدد پیش
 الہام کی کیفیت ہے نکل پڑی
 خاموشی شام ہے کہ نیچا دم سر دشن

(۲۰۹)
 ہیں سلجھ فلک پہ ابرہائے گل فنام
 فردوس کا لالہ زار ہے درین شام
 ہیں بام فلک پہ ریح بود جب کو
 کھوپڑی بہشت کی ہیں صدف خرم

(۲۱۰)

بیداری روح ہے یہ بے ہوشی شام
 اک نفس منہ بخودی ہے خاموشی شام
 اربابِ بنگلہ و دل کی نظروں میں آتو
 اسرار کا یہ کدہ ہے مدہوشی شام

(۲۱۱)

کسار کی چوٹیاں ہیں گل پوش تمام
 دریا میں ہے بہ بہی شرابِ گل فام
 فطرت کا بتو ہے ارغوانی چپ
 ہزار چیز ہے گیاہِ منجانب شام

(۲۱۲)
 تنہا ہوں گے بھگتے تو گیم کلام
 لیکن یہ کلام ہے بطب زب اللہام
 خاموش ہے تو بھی وہی خاموش
 خاموش نہیال ہے اور خاموش پیرام

(۲۱۳)
 ہے شام کا دستِ حق اور سازِ سکوت
 کیا روح فرزد ہے یہ اندازِ سکوت
 خاموش و سکون بدوش نغمے ہیں روان
 ہے یہی شام کا یہ اعجازِ سکوت

(۲۱۴)
 یو دقتی تیر ساری آندو کونلے کا
 یو دقتی تیر ساری چو کونلے کا
 یو دقتی تیر ساری غولابیں مقل بیدار
 یو دقتی تیر ساری چو کونلے کا

(۲۱۵)
 زخموں کو بھی رہیں مریم نیک
 آتے رہے غم غم غم غم غم غم غم
 غم غم غم غم غم غم غم غم
 غم غم غم غم غم غم غم غم

(۲۱۶)

اگرچہ چاندنی کا منظر لب لبو
 پھولوں کی مست بھنی بھنی خوشبو
 اسے میرے ایک پرل کے ماہِ کامل
 دل تیرے بغیر ہے غم لگایا

(۲۱۷)

خفاۃِ آسمان میں ایک عالم ہے چاند
 بابائے فکام پہ درِ کفام ہے چاند
 ہے روحِ فروزاں کی ایک ایک کرن
 کہ نیرنگی فشتی کا پیغام ہے چاند

(۲۱۸)
 اے چاند مرے کنارِ دل میں آجا!
 اے گریںم نریاںِ دل میں آجا!
 تو سرِ وہ زلزلہ دے ہے بے سوز ہے
 آجا مرے شعلہ زلزلہ میں آجا!

(۲۱۹)
 اے عصمتِ حُسن کی نشانی آجا!
 اے عشق کے جسمِ ارغوانی آجا!
 جی چاہتا ہے کہ تجھ کو دل میں کھلوں
 اے عہدِ برہنہ کی جوانی آجا!

(۲۲۰)
 دیکھو تو سے ہے چھپ چھپاتی میری
 اس بندگی میں ہے کب باقی میری
 تیرا ہی اگر رہوں میں بندہ بارب
 پھر دو دو جہاں میں ہے خست دانی میری

(۲۲۱)
 ہر حال میں تیرے ہی خست کا بندہ
 یاد نہ کیجی ہوں ماسوا کا بندہ
 جھک جاتے ہیں دو جہاں پھر ایک آگے
 ہو جاتا ہے جب کوئی خدا کا بندہ

(۲۲۲)
 یارب ترے درپے چھلکایا ہم
 دل تیری ہی ذات سے لگایا ہم
 پاؤں میں پیسے ہوئے ہیں اسکندرم
 سونین کی سلطنت کو پایا ہم

(۲۲۳)
 گنجینہ ہے نہال مجھ میں
 خفاۃ لاف ہے نہال مجھ میں
 میری نہ دل میں ہیں خدا کے جس کو
 کیا تجھ سے کہوں کہ کیا ہے نہال مجھ میں

(۲۲۴)
 یاد لب! ترا نور و نورِ ذراں مجھ میں
 تو صورتِ مرہ و درخشاں مجھ میں
 اب وقت ہے بے جا بوجا بوجا!
 اے عینِ انزل کہ تو ہے نہاں مجھ میں!

(۲۲۵)
 ہم دستِ ہے میں و ہمِ ساغ کے غمِ
 ہم شاد ہے میں و ہمِ گم کے غمِ
 لا لب ہے ظلمے حق کا بس نہ
 ہے ذوقِ غدی اگر تجھے رہے غمِ

(۲۲۶)
 دولت کا سرِ غیبی ہمارا لودہ
 عشرت کی برباد ہے آرا لودہ
 یارب وہ کہ در پیوندِ چرخِ کل خیمہ
 وہ پھول ملے نہ ہو جو چن لیا لودہ

(۲۲۷)
 جب تک پہنچا تو اٹھانیدال کے خطو
 ختمی جگہ کماں ملا تاک انساں کے خطو
 اللہ سے سرِ کشی کا انجاسم ہے یہ
 نور سے اگر ہو ہے شیطان کے خطو

(۲۲۸)
 ہے پیکر نور ابن آدم اب بھی
 ہے بزمِ جہان میں سب سے عظیم ابھی
 کو نین بول اب بھی اس کے قدوں پہ نشا
 موجائے اگر یہ حق کا موم ابھی

۲۲۹
 بڑا ختم دہاویں ہے تابان و خوش
 کوسا میں بھی وہی ہے عیسٰی و خوش
 انسان کے وجود میں جو ہے نفع مند نور
 ہے پیکرِ دہر میں وہ نہال و خوش

(۲۳۰)
 ہے وقتِ نقصِ عمرِ مجتہدِ مالہ
 جیسے ہے مجاز سے حقیقتِ مالہ
 ہے کون و مکان و اس کی اغوشِ وسیع
 طوبی سے اثر ہے اس کی قامتِ مالہ

(۲۳۱)
 خمِ جبر کی سطحِ عریبِ مالہ
 دمِ بھر میں اسی میں پھر نہاں ہے تھے ہیں
 پستیِ نیستی ہے نیز گلبِ طلسم
 خمِ جبر میں خمِ فناء کہاں ہے تھے ہیں!

(۲۳۲)
 طوبی ہے جی بلند فحشتیری
 کہنیں ہے جی بڑی ہے وسعت تیری
 ہو جائے اگر کو آپ اپنا محرم
 پھر ارض و سما میں ہے کجست تیری

(۲۳۳)
 ہے دامنِ رسوم سے محبتِ آزاد
 ہے شامِ فنا سے صبحِ الفستِ آزاد
 ہے بنفہمِ مجازِ پیکرِ نازِ موزنک
 ہے بنفہمِ موزنک سے حقیقتِ آزاد

(۲۳۴)
 اگر محل سے اپنی آشتی ہو جائے
 پر پشتِ غبار کیا سے کیا ہو جائے
 بے خیرِ بی بی میں بھی پیچیدہ ملک
 ہو جائے جو باخبرِ خُبر ہو جائے

(۲۳۵)
 دوشیزہ کائنات! اے غورِ حور
 آئی ہے کہاں سے تو بوجھ جی پی کر
 برائے تیری ہزار جہتیں بدوشتیں
 جب کہ تو انہرِ انجلیت دریا

(۲۳۶)
 ہر نقش میں کس کی درخشانی ہے
 بر خیز سرور و سحر زبانی ہے
 سحر پیش چشم و گردش سرور ہے مل
 کیا نغمہ نور کی آوازی ہے

(۲۳۷)
 پھولوں سے بھرا ہوا ہے دایان بہار
 یا بحرِ جمال میں ہے طوفان بہار
 ہر پھول دھبہ لایا ہے کہ تو میں آتا
 فردوس سے ہو رہا ہے باران بہار

(۲۳۸)
 بے غم ہیں بس اگر کفشی آئی
 دریاؤں میں سہی روانی آئی
 ہر قدم میں ہے حیاتِ تازہ قہمان
 ہر شے پر بس رُخِ جوانی آئی

(۲۳۹)
 ہے رنگِ شبابِ بہارِ سیماؤں میں
 ہے زنگِ شوقِ ہے دریاؤں میں
 ہیں سب کو سپید اور شفاف بدن
 پایہ از غماں ہے ہمیں سناؤں میں

(۲۶۰)
 پتھر شمس و شمس گل شمس چرخ
 پتھر و موروں کے اور شمس چرخ
 فردوس سے غور پر ہی کون سے لطیف
 پتھر شمس کی بوہلے ہیں چرخ

(۲۶۱)
 بھین میں ہیں جمع گلستانِ باب
 فوس میں ہیں گلستانِ باب
 جو ہے ہیں کہ رنگ و بو کے بچھلے ہیں
 نظر میں ہیں کہ ہیں کیا ہستانِ باب

(۲۴۲)
 پتھر و جال کے ہیں یکپارہ
 یکہفت وصال کے ہیں یکپارہ
 ان ماہ و شول کا پھر حقیقی ہے وجود
 ہمیشہ کے خیال کے ہیں یکپارہ

(۲۴۳)
 باغوں میں نہیں ہے کوہ ساروں میں نہیں
 سوچ میں نہیں ہے چاند تاروں میں نہیں
 وہ جن کو ہے بتوں میں جس کو وہ پس
 فطرت کے حسین ہیں نظاروں میں نہیں

(۲۴۴)
 پہچولوں سے لطیف از غنائی ہے
 یہ خلدِ نر و شادمانی ہے
 صبا سے طر کی ہیں چھلکتے ہوئے جام
 نیست شرابِ نوجوانی ہے

(۲۴۵)
 یہ چھول یہ چاند پرست اس کے دوست
 یہ وادی کوہ کے زلف اس کے دوست
 گلزارِ محباز کے یہ گنجیں حبیب
 اس سخن کے ہیں نقاب اس کے دوست

(۲۴۶)
 شاعر کے خیال میں خود بخود ہی ہے
 ملکہ کے سرور میں جو پیش پری ہے
 تماشے کے نقش میں جو ہے رنگ بہا
 تیرے لیے ہی جال کی پتلی ہے

(۲۴۷)
 کلونان برسائیں اچھی توبہ!
 توبہ نہیں دل کی ہے تب اس کی توبہ!
 جب ساقیِ عہد و شمس معاودِ غلہ چین
 توبہ ہے گناہ و رویہ سب ہی توبہ!

(۲۲۸)
 ہزار سالانہ جنوں
 نفیس گل ہے طوفانِ جنوں
 کیا دامنِ عقل کے اُسے ہیں پُرے!
 جاری ہے دلوں پر آجِ فغانِ جنوں

(۲۲۹)
 دلِ ذوقِ سخن کے کچھ درخشاں نہ ہووا
 نظرِ جُرسِ روسے جاناں نہ ہووا
 لبِ پروردِ مہربانے کو نیرِ دالِ لیکن
 دلِ محرمِ جملہ مائے نیرِ دالِ نہ ہووا

(۲۵۰)
 مانگی چھوٹے ہیں کہ سب حق کے
 ہوتا ہے کہ کام کوئی سب حق کے
 اسے دوست چھوڑنا کبھی در حق
 حریص نہ ہے ثبات جب حق کو

(۲۵۱)
 اسرار وجود ہیں نہ ظلمت میں
 کو کب نہیں ایک بھی شکست میں
 کرتیا ہوں پھر بھی حق و کمال میں
 ہے نور عجیب سامری فطرت میں

(۲۵۲)

دنیا کی تجیب دہستی ہے یارب
 بردار کے دل میں شہنی ہے یارب
 لب پر ہے تبسم اور غلبہ شیریں
 اور روح غریب گئی ہے یارب

(۲۵۳)

اخلاص و وفا کو حاکم کر دے یارب
 تباریکتوں میں نور ہے یارب
 ہر چہ چیزیں دیکھ لے جو تیرا جب کوہ
 کردہ دل کو وہ ہے یارب

(۲۵۴)
 چھائی ہوئی ظلمت جہالت ہے یہاں
 بر سرِ ستونِ ظلم و عداوت ہے یہاں
 ہے کہکڑ و فریب کا وہ طوفانِ مہیا
 گھبراہٹ ہوئی شمعِ محبت ہے یہاں

(۲۵۵)
 پھولوں میں پس کی گزرتی بوپی ہے
 دریاؤں میں پس کی مادی بوپی ہے
 نذرِ نغمہ ساز میں ہے تیرا ہی نام
 ہر جگہ بوپی میں تو ہی بوپی ہے

(۲۵۶)
 گر ذوقِ خفونِ سب میں تو دیوانہ نہ بن!
 گر پیشِ کیس کی ہے توستانہ نہ بن
 گر صدقِ طلب نہیں ملے بہرِ عشق!
 اس شفقہ وہ زرد گردِ ویرانہ نہ بن

(۲۵۷)
 ہر دم ہوں میں جلوہ ہائے جاں کے قریب
 دگر ہے مرا مری گرجاں کے قریب
 کیا تجھ سے کہوں مفتِ املِ نیاں ہم
 انساں سے لبِ لعل اور نیاں کے قریب

(۲۵۸)
 اے دوست میں حبیبی پرستی میں کیا ہوں
 آغوشِ تیری سے دور ہو جب تا ہوں
 اس کیفیتِ دسروں پر ہو سوش
 جس کیفیتِ دسروں میں تجھے کیا ہوں

(۲۵۹)
 انا تڑپوش کا ہے جانا بے دست
 جانا تڑپوش کا ہے انا بے دست
 گو ہوتا رہا وصلِ ال تیرا کہیں
 اب تک تجھے تکمل سے نہ جانا بے دست

(۲۶۰)

اگر شے کو ادھر و جہ میں لاتا ہے
 اگر شے کو ادھر عدم میں پہنچاتا ہے
 تخلیق ہے دم میں اور دم میں تخریب
 اس کیل میں تھوڑا کیسا فراق آتا ہے

(۲۶۱)

پیدا کیسا اس میں تکیہ تجھ کو ملا
 ہاں خوب جواب بہ ملا تجھ کو ملا
 دم بھی ہوا ہے اب اسی کا مہم دم
 خیم زہ کئے کئے خدا تجھ کو ملا

قطعات

(۱)
 وہ ابڑا کلم کار جھوٹا!
 وہ مونس میں گیسار جھوٹا!
 بس گئی شراب آسمان سے
 وہ پیکر کدہ بہار جھوٹا!

(۲)
 ہے لکڑ بادی آغوشِ صدق
 دامن گل میں ہے شبنم اشکِ بیا
 ہیں پورے کل رانِ نیلِ شاد کام
 چشمِ شاعر میں ہے اشکِ بقیہ

(۳)

مہر کے کیا شے ہے بادۂ گلشنیا

روحِ نمرتِ چہنمِ بیستائیز
 ہے ہر اک درد کی دوا ہے آئو
 غمِ ربابِ جانِ فزا، نشاۃ الہائیز

(۴)

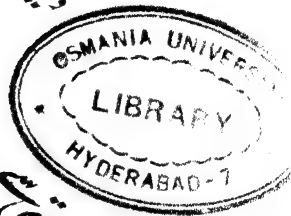
مسرورِ طیبور، پھولِ مدہوش

شادابِ نگاہ، بہرِ درگوش
 چھائی ہوئی رستیاں ہیں یہاں
 ہر تجریزِ بہار میں ہے شوش

(۵)
 حسنِ مظهر ہے اور خیرِ مضمینِ تنگ
 مضمونِ گل ہے اور گلے گلِ تنگ
 الفراقِ اپنے خیرِ الِعلوہ اور
 دِلِ لافِ ہے ہوائے غزلِ تنگ

(۶)
 عقلِ حیرانیِ نگاہ سے تنگ
 عشقِ آماجِ جاویدِ بارش سے تنگ
 روحِ فریادِ ہے عقلِ عشقِ کی تنگ
 باقیہ! باغِ غریبے گلِ تنگ

(۴)
 پیری استی کا چھپتین بھی نہیں
 پیرے سب پر گار نہیں بھی نہیں
 دیکھتا ہوں تو ہر جگہ موجود
 پوچھتا ہوں تو پھر کہیں بھی نہیں



(۵)
 دشمن کی پستیا ہوں خنجا پیر استی
 سب بھگت ہیں مکیش مری استی
 اُن مست کو صہبائی ہم مست پہنچتے ہیں
 حاصل کرے مستی جو بادہ پر استی

(۹)
 بیٹھا ہوں دل میں سا غم و مینا کے ہے
 یعنی نغمہ و رخ زیبائے ہے
 مگر کہوں میں مستیوں میں لبوں پر خوشی
 جس جیکے میں کوئی ہے ہے

(۱۰)
 چھپایا ہوئے سب سے ہے
 ہر پہلو میں یہ رنگ و بو ہے
 ہر نقش نگاہ آشنائی میں
 یہ ہی تصویر ہو ہے

(۱۱)
 غمِ شدید ہے تیرا خاکِ لال میں روشن
 دل جیسے ہے جہنمِ ناتواں میں روشن
 ہیں ایک ہی نور کے بیروں و جلوے
 سورج میں وہی ہے جو ہر جاں میں روشن

(۱۲)
 تجھ پر جب دہ جارا پہول سے ملے دوست
 رشکِ صد کہ جب ہے فحج کہ کوئے دوست
 دیدہ و دلِ غمِ بقیِ معوج نور ہیں
 ہے تلامذہ نور کا یار و دوست

(۱۲)
 گنجینہ تجھے میری درو مندی
 لئے کاشت کیجھ سکتے تھم بھی میری بلندی
 اے دوست دو جہاں آ کر زاد ہو گیا ہوں
 تیرے حضور میں ہے میری نیاز مندی

(۱۳)
 پہنچے ہیں آتش میں آگ کھول سٹے شک جابی
 فرس زندگی ہے بھج کو یہ قے اری
 کون مکان کے سارے جلو سے نہا رہی
 جہنم کے آئینہ میں تصویر ہے تنہا رہی

(۱۵)
 نظر ہے جو بار ہے سنگم شام
 رنگینی تنقہ محبت لاف ہے
 نظر نہیں پہ نظرِ ظہیر سے کم
 کیا اب بھی اے خدا مجھے پتہ عارم

(۱۶)
 میں بخور نہیں پودہ اس نام میں
 قن کا پیغام ہوں غارت گردِ نام میں
 ری سانسِ درخشاں بوئے فاسے
 سنے الفت کا چھلکا بواک کا بوم میں

(۱۷۱)
 میں اپنی ہی تمنائوں کو ہم آغوش رہتا ہوں
 شریکِ آرزو رہتا ہوں و صد پیش رہتا ہوں
 مرادِ غرض کیلئے رازِ کاکِ سبز ہے گویا
 انہیں غرضوں میں نہیں پس اگر اپنی رہتا ہوں

(۱۷۲)
 سینہ و دل فکار کون کرے!
 دل کی خوشیاں بنا کر کون کرے!
 ہر قدم پہ ہے طوقِ ودار و رسن
 راہِ حقِ ختم کیا کون کرے!

(۱۹)
 غلوں مہر کی اک داستان مجھ میری تھیجا
 بہار عشق سے رشکِ خیال جو میری تھیجا
 تمنائیں جس کی وفا ہے جس نے غمِ عشق
 جہاں کے دشت میں نکلا وہاں جو میری تھیجا

(۲۰)
 غم میں بھی ہے رنگِ شادمانی
 اندر سے حسرتِ نو جوانی
 ہر چیز ہے غرقِ کیفیتِ ہستی
 ہے بیکر سرورِ زندگانی

(۶۱)
 اے غنیمتِ نیکیت اے جوانی!
 اے روحِ نشاط و نشاط امانی!
 ہر خیمہ ہے خونِ دل سے رنگیں
 ہے روحِ ناز اتری کہانی!

(۶۲)
 ہے مگر بے گلفشانی
 ہے عشقِ حدیثِ غریب چکانی
 ان دیووں کا اتصال کیسے
 ہے کیفیتِ دستِ پر جاودانی

۲۳
 پاپ بنیاد نہیں جوانی
 ہے ذوقِ جنوں سے زندگانی
 ہے پائےِ عمل میں ایک نہ خیر
 پینے کی شکست و کامرانی

(۲۴)
 یہ سناؤ نگارِ نغمہ خوانی
 ہے روحِ بربادِ نوجوانی
 ہے وقت کی راگنی ہے لے شیخ
 یہ دوزخِ وحشت کی کہانی

(۲۷)
 کجی کی تھیں کجی جی جی ہے ہم
 کجی تھیں کجی ہے، ذوقِ آرزو کی کجی
 ہمارے لیے ہے کیا ذوقِ آرزو کے بغیر
 نہالِ شک کہ جس میں تازگی نہ تھی

(۲۸)
 حسنِ جب کو وفا کی ہے
 رنجِ شمعِ آج بھی ہے
 عشقِ بے جذبہٴ فتنہ کی ہے
 سیکڑہ بادہٴ سحر کی ہے

(۲۵)
 صنم پرست چنانی کو بھی مریا نہ کہو
 صنم پرستی بھی اگر نہ ہو جو اجنی
 گمیش باب ہے کیا بزد پاک شہ
 صنم خدا کی خدا کی وہ اک نیت اجنی

(۲۶)
 حق آشنا حق آگاہ حق پرست میں
 کہ ایک شیشی نخب سائے الست میں
 وہ نہ بد بول کہ نہ ما لبے نیسا نہ بادہ و جام
 پیار میں پچھتی ہو یکہ سے دھست میں

(۲۹)
 نگاہِ ثقیل ہے جس کی جہاں پیدا
 کی جہاں پیدا
 زنی نگاہ ہے تو تو گلاب کی کھجور کی نہیں
 تو تو گلاب تو تو گلاب کی کھجور کی نہیں
 نگاہ کے ساتھ ہی گریہ اور اجال پیدا

(۳۰)
 ہر ایک کے میں حسنِ ازل کی جہاں
 میں ہر ایک کے میں حسنِ ازل کی جہاں
 حقیقتِ دل انساں کی کھجور کی نہیں
 ایک قطرہ بھی ہے بحرِ بیکار کی جہاں

(۲۱)
 پائین ہرین جڑ تک فز و فیر پہنچے
 اسی کے نور کی گویا جھلک ہو پودا ہے
 ہے جس جال سے بنم جہاں کی رنگینی
 اسی جال سے روشن ہو شمعِ شہم کی جہم



(۲۲)
 نہاں سکوں ہے پونہ گمانہ جہاں پیدا
 ہیں ایک حسن کی لاکھوں ہی جھلکیاں پیدا
 فزیدہ مضطرب ہے اور کچھ بھی نہیں
 نہ کارواں ہے نہ ہے گم و کارواں پیدا

(۳۳)

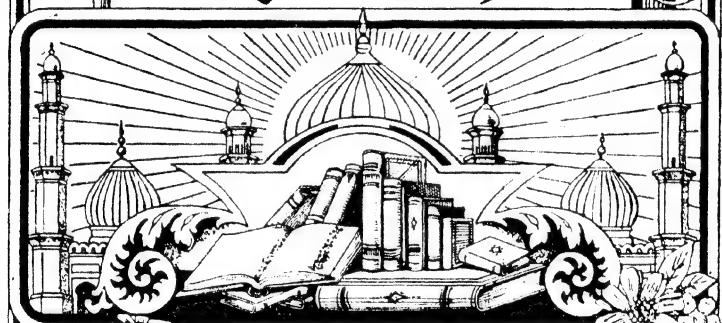
نہ کھود کھود کے پوچھو پوچھو راز مائے دوش
 کہوں تو راز ہیں کچھ بھی نہیں اگر نہ کہوں
 ری زباں نے ہی ابجا ڈال رکھے ہیں
 دگر نہ صاف ہے سب کچھ اگر خوش ہیں

(۳۴)

نظارہ ہونہ سکا جب وہ حقیقت کا
 بیان ہونہ سکا عجب انجبت کا
 زبان بولتی اور آنکھ دیکھتی ہی رہی
 گروہی ہے ابھی تک مقام حیرت کا

مفت طلب کریں

فہرست کتب



۶۱۹ ۳۷

تاج کینی بیٹریلوے روٹ لاہور

